

شمس الاسلام

ماہنامہ

* بھیرہ (پاکستان) *

★ ★ ★

بابت ماہ ذیقعد ۱۳۷۳ھ

متابiq جولائی ۱۹۵۴ء

★

تحت ادارہ

غلام حسین } امیر حزب الانصار بھیرہ
مدیر مسئول } مولانا الحاج افتخار احمد لکوی }
{ لین دین و
{ سالانہ چندہ
(پاکستان)

سالانہ چہندہ

معاونین سے
غیر مالک سے

سالانہ چہندہ

عوام سے
طلب سے
نئی پرچہ

مولانا الحاج ظہور احمد صاحب گوی، میرزا ابوالحسن بھیرو (پنجاب)
پاکستان کا سرکاری مکتب
نریہ داریت مولانا السطوح
مناجات

حزب انصار بھیر

(اللہ کے دین کے مددگاروں کا گروہ)

۱۔ اندرونی و بیرونی حملوں سے اسلام کا تحفظ و اشاعت اسلام۔

۲۔ اصلاح رسوم و باتباع شریعت اسلامیہ، احیاء و اشاعت علوم دینیہ۔

طریق کار ۱۔ (۱) جدید شمس الاسلام کا اجراء (۲) دارالعلوم غزنیہ جامع مسجد بھیرو، جو اپنے مختلف شعبوں کے ذریعہ اسلام کی بہترین نشان سالانہ کانفرنس (۵) امیر حزب الانصار کا مبلغین کے ہزار سالانہ تبلیغی دورہ (۶) کتابخانہ (۷) جامع مسجد بھیر کی مرمت۔

جریدہ کے قواعد و ضوابط

- ۱۔ رسالہ ہر گزری ماہ کی پانچ تاریخ کو پابندی وقت سے شائع ہوتا ہے۔ مضامین ہر ماہ کی دس تاریخ کو وصول ہونے چاہئیں۔
- ۲۔ کامیاب نگار صاحبان کی سائے کے ساتھ متفق ہونا ضروری نہیں۔
- ۳۔ آدکان حزب الانصار کے نام جریدہ مفت بھیجا جاتا ہے، چہندہ رکنیت کم از کم چار ماہ یا تین روپے سالانہ مقرر ہے۔
- ۴۔ عام سالانہ چہندہ سے، معاونین سے، ضرور طلبہ سے، نمونہ کار پرچہ ہر کے ٹکٹ کو وصول ہونے پر بھیجا جاتا ہے۔
- ۵۔ رسالہ یا قاعدہ یا تاریخ پر مال کے بعد ذریعہ ڈاک بھیجا جاتا ہے۔ بعض رسائل و اسٹند میں تلف ہو جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں خریدار کی طرف سے دینے کی ۲۵ تاریخ تک اطلاع وصول ہونے پر سالانہ دوبارہ بھیجا جاتا ہے۔ اطلاع نہ ملنے کی صورت میں دفتر ذمہ نہوگا۔
- ۶۔ جواب کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہئے۔ (۱) ہندوستان والے اپنا چہندہ ساجی فضل لکھی حبیبی صاحبان کی پیش اینکس مالہ نواب مسجد شریٹ بمبئی (۲) ہندوستان کو بذریعہ مئی آرڈر روانہ کریں۔ (۳) بیرون ملک ڈاک اور خطہ ماہیرونک ہوں گے۔

جملہ خط و کتابت ترسیل نرسا ہمارے غلام حسین علی شریف صاحب (پنجاب) ہونی چاہئے۔

سرخ نشان

دائرہ میں سرخ نشان سالانہ چہندہ ختم ہونے کی علامت ہے۔ آئندہ ماہ کار سال بذریعہ وی بی آر سال ہوگا۔ جس کے نشانہ فراہمات سے بچنے کے لئے بہتر صورت یہ ہے کہ آپ اپنا چہندہ بذریعہ مئی آرڈر بھیجیں۔ خریداری منقولہ نمونہ اطلاع دیں۔

خدارا ہی ہونی واپس فرما کر ایک اسلامی ادارے کو ناخوش نقصان نہ پہنچائیں۔ خط

کتابت کرتے وقت خریداری غیر کا حوالہ ضرور دیں + غلام حسین علی شریف صاحب اسلام

۷۸۶

شمس الاسلام

ماہنامہ

(بکھیر)

جلد ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۷۳ھ مطابق ماہ جولائی ۱۹۵۶ء شمارہ ۷

فہرست مضامین

صفحہ	صاحب مضمون	مضمون
۴	ادارہ	بزم انصار
۵	مولانا عبداللہ المؤمن صاحب	خانہ کعبہ اور روئے نبوی
۶	جناب حاجی محمد حمید صاحب حمید مدنی	یاد مدینہ (نظم)
۸	حساس کے قلم سے	خانہ کعبہ اور اسکی تاریخی عظمت کا پر شکوہ نظارہ
۱۲	مولانا صبغة اللہ صاحب مدنی	حج بیت اللہ
۱۳	مولوی حافظت اللہ صاحب مدنی	قرآنی کی آواز
۱۵	محترم نواب غازی آف گوردھا	پیدا کرو (نظم)
۱۶	جناب اشرف صاحب قریشی	فلسفہ قرآنی
۱۷	حضرت مولانا احمد علی صاحب	نذر ابرہہ علیہم
۲۰	مولانا عبدالقیوم صاحب ندوی	مسلمانوں کا ایک روحانی دربار
۲۲	حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث سہارنپور	سچی کہانیاں
۲۸	محترم فاروقی صاحب	عید قربان
۳۰	مولانا محمد عظیم صاحب بدر	تاریخ و عبرت (بچوں کا صفحہ)
۳۱	ادارہ	انصار عالم

(غنی غلام مدین ایڈیٹر، پرنٹر، پیشہ شنائی برقی پریس سرگودھا میں چھپکر دفتر جریہ شمس الاسلام جامع سہی بیروت سے شائع ہوتا)

فک فیہ کبریا کی بزم انصار

دارالعلوم عزیز یہ! میں تعلیم و تعلم کا سلسلہ جاری ہے۔ اساتذہ کرام نہایت محنت سے پڑھا رہے ہیں۔
قبلیخ! مولانا سید رسول اور مولوی تاج رسول صاحب بزم انصار کی طرف سے علاقہ کمون کا دورہ کر رہے ہیں۔ یہی وہاں
بزم انصار سے درخواست ہے کہ وہ بزم انصار سے پورا اتفاق فرما کر عند اللہ مابود ہوں۔

۳	عبدالرشید صاحب	۳۰۰۰۔۔
۴	غلام حبیب صاحب ہجک	۳۰۰۰۔۔
۵	شرف الدین صاحب	۲۰۰۰۔۔
۶	مسلمانان خیر کوٹ	۲۰۰۰۔۔
۷	محترم خواجہ مبارک علی صاحب	۲۰۰۰۔۔
۸	الحاج خواجہ محمد سعید صاحب	۲۰۰۰۔۔
۹	مسلمانان ٹھٹھی ولانہ	۱۰۰۰۔۔
۱۰	چودھری فضل احمد صاحب پراچہ	۲۰۰۰۔۔
۱۱	مسلمانان محمد پراچہ لالہ بدلیہ حافظ سعید صاحب	۲۰۰۰۔۔
۱۲	بدلیہ شرف الدین	۳۰۰۰۔۔
۱۳	حافظ محمد اسماعیل و محمد یوسف صاحبان	۲۰۰۰۔۔
۱۴	الحاج محمد مانگ صاحب چک اشالی	۱۲۰۰۰۔۔
۱۵	جمہ صاحب	۱۰۰۰۔۔
۱۶	گھیبہ صاحب	۳۰۰۰۔۔
۱۷	حافظ غلام اتھی صاحب	۵۰۰۰۔۔
۱۸	مسلمانان زین پور	۳۰۰۰۔۔
۱۹	مسلمانان پک ٹک بین لائن	۱۲۰۰۰۔۔
۲۰	مسلمانان مونیج جھٹ	۳۰۰۰۔۔
۲۱	محمد یوسف صاحب	۲۰۰۰۔۔
۲۲	غلام یسین صاحب	۲۰۰۰۔۔

سرپرستی

مندرجہ ذیل حضرات نے اپنے رسالہ شمس الاسلام
کی سرپرستی قبول فرمائی۔ آپ بھی رسالہ کی خریداری
منظور فرما کر عند اللہ مابود ہوں۔

محترم غلام مرتضیٰ صاحب خاور جھنگ
محترم حافظ رحیم بخش صاحب
محترم بابو محمد یسین صاحب لاہور
محترم مولانا عالم الدین صاحب ہارون آباد
محترم حضرت حافظ میاں نورجانیان صاحب ہاراں شریف
محترم محمد عجب اللہ صاحب دابین
محترم محمد سیف اللہ صاحب بھلوالی
محترم اکوٹوا فیر صاحب میونسپل کمیشن

امداد! (سلسلہ گزشتہ ماہ)

مندرجہ ذیل حضرات نے گندم یا رقم برائے خرید
گندم مرحمت کی۔ اللہ تعالیٰ ان کے عطیوں کو قبول فرمائے۔

۱	قریشی علی محمد صاحب پنڈی کوٹ	۳۰۰۰۔۔
۲	حافظ اللہ دین صاحب	۱۰۰۰۔۔

خانہ کعبہ اور وضع نبوی

(مولانا عبد المؤمن صاحب)

۵ بطیب رسول اللہ طالب نسیمہا
فما السلسلہ والکافور الصندل المرطب
پس دونوں میں اگر کچھ فرق بیان کیا جاسکتا ہے تو وہ
یہی کہ وہ خدا کا گھر ہے اور یہ رسول کا گھر ہے۔ رسول اور نبی
میں جو تفریق ہے وہی ان کے گھروں میں تفریق ہے۔
چنانچہ علمائے امت میں یہ اختلاف ہوا ہے کہ بیت اللہ
میں جو امور ممنوع ہیں وہ مسجد نبوی میں بھی ممنوع ہیں یا نہیں
امام شافعی کا یہ حکم ہے کہ جس طرح حرام میں جلال و قتال اور
دخالت کا کائنات شکار کرنا ممنوع ہے اور اس کے ارتکاب
کی جزا دھرا لالام ہوتی ہے، اسی طرح بیت منورہ کے
حرم میں بھی ان امور کے ارتکاب کی ممانعت ہے۔

اور اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ مدینہ کا وہ مقام
جو وضع اطہر سے لمحق ہے، دنیائے بڑے سے بڑے
افضل مقام سے افضل ہے۔ حتیٰ کہ کعبہ اور عرش حظیم
سے بھی اس کا مرتبہ زیادہ ہے۔ کل مکہ اور یومہ مدینہ
کی باہم افضلیت پر کسی قدر صحابہ کرام کی آراء مختلف نظر
آتی ہیں۔ لیکن اس میں بھی یہ امر طے شدہ ہے کہ اگر
مکہ میں کعبہ اللہ نموتا تو مدینہ افضل ہو جاتا۔ اب کعبہ کو
چھوڑ کر باقی مکہ سے مدینہ ہر حیثیت میں افضل ہے۔

امیر المؤمنین حضرت عمرؓ کی بھی یہی رائے ہے۔
جن فرمان اسلام پر خدا نے اپنے گھر کا حج فرض کیا ہے
اور وہ وہاں پہنچ کر اس کے بتائے ہوئے احکام پر عمل پیرا

بیت اللہ اگر اس حیثیت سے محترم و مقدس ہے کہ
وہاں خدا کے نور کی جلوہ پاشیاں ہوتی ہیں، تو مدینہ کو بھی یہ حیثیت
و شرف حاصل ہو کہ یہاں بھی حبیب خدا کے انوار و برکات کا
زبردست ہجوم رہتا ہے۔ بیت اگر اس بنا پر عزیز و رفیع ہے کہ وہاں
خدا کے خلیل حضرت ابراہیم کے پیروں کے نشان محفوظ ہیں تو واضح
ہے کہ مدینہ میں بھی خدا کے حبیب سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا
جسٹ اطہر بستر خاک پر جلوہ فرما ہے۔

اگر بیت اللہ کا اس وجہ سے احترام کیا جاتا ہے کہ اسکو خدا
کے دو پیغمبروں اور چند برگزیدہ بندوں نے مل کر اپنے ہاتھوں
سے تعمیر فرمایا ہے تو مدینہ منورہ کی مسجد شریفہ کی بھی سید کون
و مکان حضرت اقدس و اعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے
اپنے ہاتھوں نبو سے لیکر پیادوں کی بلندی تک تعمیر کا سلسلہ
حاصل کیا ہے۔ اگر بیت اللہ کی اس بے تغلیم و ذکریم ہوتی ہے کہ
خدا نے اسکو اپنا گھر فرمایا ہے۔ تو مدینہ کو بھی یہ شرف حاصل
ہے کہ اسکو بھی ہماری سرکار نے بیت الحرام فرمایا ہے۔

اگر بیت اللہ کی لوگ اس بنا پر عزت و منزلت کرتے ہیں
کہ خدائی تجلیات ہر ذلت ظہور پذیر ہوتی اور فرشتے اس کے
ارد گرد ہر وقت طواف کرنے میں مامور ہیں تو مدینہ کو بھی
یہ شرف حاصل ہے کہ وہاں کی خاک میں خدا کے رسول کے
وجود کی برکت سے وہ خوشبو پیدا ہو گئی ہے جس کا انکار نہیں
کیا جاسکتا۔ اور اس کے نام پر شے مانے وہاں بھی ہر وقت
ہجوم کئے شمع نبوت کی آرام گاہ کا طواف کیا کرتے ہیں۔

اور اس کے گناہ معاف کر دیئے گئے۔

حضرت ابن عمر کی عادت شریف تھی کہ جب کہیں سفر میں جا کر واپس لوٹتے تو پہلے روضہ مقدسہ پر حاضری دیکر سلام عرض کرتے۔ پھر اپنے گھر تشریف لیجاتے۔ آپ کے جلا کے الفاظ یہ ہوا کرتے تھے: مر السلا مر علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، السلا مر علی ابی بکر، السلا مر علی ابی سہاضی، اللہ عنہما۔

مبارک ہیں وہ لوگ جو اس بلند بارگاہ کی جاگ زیارت کرتے ہیں۔ اس سال بھی اچھی خاصی جماعت میں احباب اس بارگاہ عالی میں حاضری دینے گئے ہیں۔

کیا سماں ہوگا، اور کیا نور ہوگا اس مکان مقدس میں جہاں خدا کے انوار کی تجلیاں منکس ہو رہی ہوں اور مستانہ دار عاشق سرگشتہ کی طرح پاک گردیاں طواف کرتے ہیں۔ پھر یہاں سے فارغ ہو کر جب اس منزل نور کی طرف روانگی ہوتی ہے، جہاں کی عظمت گاہوں اور گھوڑوں کے سامنے خطر و عنبر کی خوشبو میں پہنچ ہیں۔ ایک عاشق بیاد سدا سے اتر کر جس وقت بجا بی و اضطراب کی حالت میں کبھی شوق و آرزو ادھب کبھی ادب و ادب اب سے مرحوب ہو کر قدم بڑھائے مسجد نبوی کے دروازہ کے اندر قدم رکھتا ہے، نہیں کہا جاسکتا کہ اس کے قلب میں کیا کیا پر کیف جذبات و خیال موجزن ہوتے ہیں۔

سرکار فراتے ہیں کہ جو شخص مجھ پر سلام عرض کرتا ہے۔ میں بھی اس پر سلام بڑھاتا ہوں کسی کے سلام پر اس دربار شریف سے جواب کا مل جانا، نہیں کہا جاسکتا کہ اس بندہ کی مقبولیت اور اس کی قسمت کا چاند کس فلک پر جا چمکنے لگتا ہے۔

جب روضہ مقدسہ کے پاس لوگ پہنچ کر کہتے ہیں۔

ہوتے ہیں، ان کے ذمہ بعد فراغت خلعت کے رسول کے بھی کچھ حقوق عائد ہوتے ہیں۔ حضور کا ارشاد ہے، جو شخص میری قبر کی زیارت کرنے آئیگا۔ اس پر میری شفاعت واجب ہو جائیگی۔ لیکن جو لوگ تقدیر کے باوجود میرے روضہ پر حاضری نہ دیں، قیامت کے روز ان کا میری بارگاہ میں مطلقاً کوئی عذر نہ سنا جائیگا۔ ایک دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے۔ جس شخص نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا۔ اس قسم کی بکثرت احادیث

کتب حدیث میں مذکور ہیں۔

حافظ ابن کثیر محدث نے اپنی تفسیر میں دلواتہم اذ ظلموا لنفسہم جاثوا، فاستغفروا للہ و استغفروا لہم الرسول لوجہ واللہ تو اب ارجحاً۔ کی تفسیر کے بعد محمد بن حرب ہلالی کی ایک حکایت نقل کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نجد نبوی میں حجہ مقدسہ کے قریب بیٹھا ہوا تھا کہ ایک اعرابی نے آکر حد درجہ عاجزی اور انکساری کے نجم میں اس آیت کو پڑھ کر کہنا شروع کیا۔ کہ یا رسول اللہ میں اپنے گناہوں کو بخشوانے اور شفعہ مختبر بنانے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ نار و قطار رونے لگا۔ اسی حالت میں اس نے دو شعر بھی پڑھے۔ جس کے لفظ لفظ سے آپ کی محبت اور توحیف ٹپک ہی تھی۔ ایک شعر اس میں کا یہ ہے۔ ۵۔

نفسی الفل اعلقا بآنت ساکنہ

فیہ الحفاف و فیہ الجود و الکرامہ

محمد بن حرب کہتے ہیں کہ اس اعرابی نے لوٹ جانے کے بعد مجھے غنودگی طاری ہو گئی اور میں نے خواب میں دیکھا کہ سرکار فرماتے ہیں، اے محمد بن حرب جاؤ اس اعرابی سے جا کر کہو کہ میں نے خدا کے یہاں اس کی سفارش کر دی

اللہ رسول لرحلہ واللہ تو باور حیات۔ تو امید ہے کہ خدا کے رسول کو بھی کچھ نہ کچھ ضرور خیال پیدا ہوتا ہوگا۔
 یہاں سے آگے بڑھ کر پھر خدا کے حبیب کے دونوں وزیر جنہیں آدم فرما ہیں اس کے مقابل کھڑے ہو کر جب کہنے والا یہ کہتا ہوگا کہ آپ ہمارے درخواست کو ان تک پہنچا کر سفارش کر دیجیے۔ خود آپ بھی بہت بلند مرتبہ ہیں۔ بارگاہ خدا میں ہمارے گناہوں کی معافی کی دعا فرمائیے۔ ان پے در پے مخلصانہ اور عابدانہ گزارشات پر ضرور توجہ ہوتی ہوگی۔

سلاھی یا نسیم الصبح بفتح
 الی من قرانی صلا ری عواہ
 فحسبی ظاہر منہ بعید
 بعین باطن قلبی یراہ

اے خدا کے نبی آپ پر سلام، اے خدا کے رسول کے دونوں وزیر و آپ پر سلام۔ امداد مرے بواب ملتا ہوگا اے فلاں سلام پڑھنے والے تجھ پر سلام۔ تو نہیں معلوم اس حبیب نور میں کیا کیا تجلیاں نمودار ہو جاتی ہیں۔ جب اعلیٰ اور گزشتہ گار مردسم کھڑے ہو کر عرض کرتا ہوگا، قد جیئتک من بلاد قنا سحتہ۔ وامکتہ بصیلک۔ اے خدا کے رسول ہم بہت دور دکان سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ یا رسول اللہ قد جیئتک ظالمین لانفسنا مستغفرین لذلک نوب فاشفع لک الی سرباک واسئلک ان یجیبنا علی مطلبک۔ اے خدا کے۔ رسول ہم اپنی جانوں پر بہت ظلم کئے ہیں۔ گناہ کہہ کے آپ کی بارگاہ میں بختولنے حاضر ہوئے۔ آپ سفارش فرما کر ہمارے گناہ معاف کر دیجیے۔ جب گناہ گار یہ عرض کرتے ہوں گے: یا رسول اللہ قد اخبرنا اللہ تعالیٰ فی قرآنہ ویوانہم اذ ظلموا انفسہم جاؤاے فاستغفر واللہ واستغفر لام

از جناب حاجی محمد حمید رضا یاد دینی حمید صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کہ جب میرا رخ ہو گا سوئے مدینہ
 تو بن جائے یہ کعبہ دل مدینہ!
 کہاں ان کی محفل کہاں یہ کیمند
 کہ دشوار ہو جائے اب مجھ کو جینا
 تو یاد آگیا آب زمزم کا پینا!!
 مدینہ میں ملتے اگر ہم شبینہ!!
 نظارہ کو درکار ہے چشم جینا!
 طے تیری دہلیز اقدس کا زینہ
 میں مرجاؤں گا راستہ میں ہی ناہ!

وہ کیا خوب ہو گا مبارک حسینہ
 ترے نور سے ہو جو معمور سینہ!!
 خدا کی قسم شرم آتی ہے مجھ کو
 تراپ درد کی دل میں اتنی ہو آقا
 سید ابر جب گھر کے کعبے آئے
 زامیہ کا لطف آتا وہیں کچھ!!!
 کہاں ان کا جلوہ کہاں اپنی آنکھیں
 مرے واسطے عرش اعظم وہی ہے
 نہ چھوڑو مجھے صابو ساتھ لے لو

خانہ کعبہ اور اس کی تاریخی عظمت کا پر شکوہ نظارہ

(حساس کے قلم سے)

اس نے زور کیا۔ اور انہوں نے گیہوں کھا کر جنت کے پُر فضا باغوں سے اس پستی کی طرف نزول کیا۔ یہ پستی جو اب زمین کہی جاتی ہے، مربوط آدم کے وقت جتنوں کی آباد گاہ تھی۔ جن بیاں مقیم تھے اور بڑے تر و شہر سے انکی حکومت کا کہ دنیا پر بیٹھا ہوا تھا۔

حضرت آدم و تو علی نبینا وعلیہم السلام دنیا میں جس وقت تشریف لائے تو اس وقت مالک کا ان پر عقاب تھا اس لئے دنیا میں اگر بہت الم اور تکلیف کے ساتھ ان کی زندگی گزری۔ جنت اور جنت کی نعمتوں اور آسائشوں کے علاوہ جو حیران کے لئے سب سے زیادہ تکلیف دہ ہوئی وہ نور حقیقی کی جلوہ پاشی سے محرومی تھی۔ مدتوں بارگاہ الہی میں سر رگڑتے رہے۔ اور اپنے جرم کی استغفار کیا کیے۔ رجیم و کریم نے آدم کا گناہ معاف کیا اور حکم ہوا کہ زمین پر تم کو اپنا وزیر بنانا ہوں۔ تم بیاں رہ کر اپنی اولاد سے اس خیر آباد معمرہ کو آباد کرو۔ چنانچہ آدم کی اولاد میں ہونا شروع ہوئیں۔ روزانہ صبح سے شام تک ایک نہ ایک فرزند پیدا ہو جاتا۔ جدھر آپ نکل جاتے انسانوں کی بستیوں کی بستیاں زمین سے بھوٹ پڑتیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت تھیں عرصہ اندر زمین میں خاکی بڑی مخلوق آباد ہو گئی۔ ان سب بھاڑی ہنسون میں رسم نکاح جاری ہوئی۔ اور بہت جلد خدا نے ان سے بھی اولاد میں مید کرنا شروع کر دیں۔

آدم کو سب سے بڑی پریشانی یہ تھی کہ دنیا میں آنے کے

آج سے کروڑوں بلکہ اربوں برس پہلے جب یہ لوقہ و دق نہ بینہ کا وسیع پھیلاؤ تھا۔ اور نہ زمین کے اوپر اس نیگنوں آسمان کا چتر تھا۔ صرف خدا تھا اور اس کی قدرت کاملہ کے بہترین نمونے فرشتوں کی لاتعداد جماعت تھی۔ نور حقیقی کی کرنیں بلندی سے پستی کی طرف گر کر تھیں۔ اور فرشتہ ان کرنوں کی پستی پر پہنچ کر حاطہ کئے بیٹھے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ کی ایک روایت میں ہے کہ زمین کی آفریش سے ایک ہزار برس پہلے کا یہ طاقور ہے۔ پھر زمین کو قدرت نے ایک جنبش کن سے ظاہر فرمایا۔ لیکن اس وقت زمین نہایت پاک اور صاف ستھری تھی۔ نہ اس پر کثافت و غلاظت کے آثار تھے اور نہ ظلم و قتل کے نشانات۔ وہ نور پاک کی تجلیاں جو کسی وقت میں پستی پر پڑا کرتی تھیں اب اس زمین پر پڑنے لگیں۔ اور فرشتے زمین پر اتر کر اس مرکز نور کے ارد گرد پروانہ دار بنار ہوئے گئے۔ پھر خدا نے مٹی کا ایک پتلا بنایا جس کو آدم کے معزز لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ قدرت کا یہ کھلونا قدرت کو بہت محبوب تھا۔ اولاً اس کو اپنے پیلو میں جگہ دی گئی۔

اور اپنی کائنات فرشتوں، پر حکم غالب مقرر فرمایا۔ جب قدرت کی صناعی کا یہ عجیب ترین مظہر کسی قدر عقل و ہوش کو ہونچا تو خدائے اس کا امتحان لیا۔ حکم ہوا کہ دیکھو ہم نے ایک درخت، لٹایا ہے۔ تم اس کو نہ کھانا۔ مگر چونکہ اس قدرتی صناعی میں حصیاں کا بھی بڑا شریک کر دیا گیا تھا

بعد مرکز نور سے استفادہ کا بالکل موقع نہیں ملا۔ وہ ٹوٹ پ
پڑے تھے۔ بارگاہ ایزدی میں درخواست کی کہ بار آتما جنت
میں جو رہہ حافی غذا مجھے آپ کے نور میں حاصل تھی اسکی
ایک جھلک یہاں بھی اتار دے۔ آدم کی یہ دعا مقبول ہوئی
اور خدا نے انکو بذریعہ وحی کے بتلایا کہ زمین کے ظلال
مقام پر چاہیے مرکز نور کی کریمیں پڑا کرتی ہیں اور فرشتے
اسکی چاروں طرف حد بندی کئے ہوئے بیٹھے ہیں۔
جاؤ، یہ چیز تم کو وہاں سے ملے گی۔ حضرت آدم اس
روحانی مسرت کو حاصل کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔
خدا نے اس مخلصانہ سفر میں یہ زبردست قوت سیر عطا
کی کہ ایک ایک قدم میں ہزاروں لاکھوں مربع گز زمین
لیپٹی چلی جاتی۔ اس سفر میں بھی حضرت آدم کا وہ معجزہ
برابر ظاہر ہوتا رہا۔ ایک قدم کے اٹھنے پر وہ سرے قدم نیچ
جو حاصل ہوتا وہاں انسانوں کی کثیر آبادی پیدا ہو جاتی
اور آدم اس آبادی کو وہاں چھوڑ کر آگے بڑھتے تو آگے
بھی یہی اعجاز ظہور پذیر ہو جاتا تھا۔

الغرض ایک دن مرکز نور کے قریب پہنچ گئے۔
بحکم خدا فرشتوں نے آدم کو دیکھ کر پہچانا۔ اور اندر لیا جا کر
اس تجلی گاہ کی زیارت کرائی۔ آدم اور فرشتہ جب آسمان
پر تھے اور اس مرکز نور پر جاتے تھے تو وہاں داب ادب سے
پر روانہ دارگھو منے لگتے تھے۔ آدم پر یہ وجد یہاں پہنچ کر
پھر طاری ہو گیا۔ اور سب فرشتوں کے ساتھ مل کر محیط
نور کے ارد گرد چکر کاٹنے لگے۔ اذقی ادا بن منذر نے
وہب بن منبہہ سے اس روایت کو نقل کر کے بیان کیا
ہے کہ وہ مرکز نور جس مقام پر تھا وہ یہی مقام تھا۔
جہاں آج بیت اللہ ہے۔ اور حرم وہ فرشتوں کا حفاظتی
مقام ہے اور یہ طواف اسی حادث آدم اور ملائکہ کی

سنت دو جہل کی ایک زمین سنت کی مقبل ہے۔
عبدالرزاق اور ابن جریر اور جندی حضرت خطار
بن سائب سے نقل کیا ہے کہ آدم نے بارگاہ اقی میں
جب عرض کیا کہ میں جب سے زمین پر اترا ہوں مجھے نہ
فرشتوں کی آوازیں سننے کو ملتی ہیں اور نہ تیرے پر تو
الوار کی زیارت ہوتی ہے۔ تو قدرت نے انکو بتلایا کہ
اب تم یہ چاہو کہ دانہ گندم کھا کر نافرمانی کے ارتکاب کے
باوجود اس اصلی حقیقت سے محفوظ رہو یہ ناممکن ہے۔
البتہ تمہاری خاطر ہم اتنا کرتے ہیں کہ زمین کے ظلال مقام
پر جہاں ہماری آسمانی تجلی گاہ کا عکس گر کر تا ہے۔ اور اس
کو فرشتے گھیرے بیٹھے رہتے ہیں۔ وہاں جاؤ اور اسکو
ہوا، جودی، لبنان، طور، زیتا، طور سینا کے پتھروں
سے مستحکم کر کے مکانی حیثیت دو۔ وہاں ہماری تجلیاں
ہوتی رہتی ہیں۔ اس سے خط حاصل کرو۔ آدم علیہ السلام
نے تلاش کر کے اس محیط مقدس کا پتہ چلا یا۔ اور اسکو
کوہ حرا، قیسر طور، جبل احم، جودی کے پتھروں سے
پختہ کر کے محیط کر لیا۔

حضرت آدم نے یہیں سکونت اختیار کر لی۔ اس وقت
مک مکانات کا وجود نہیں ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے
جنت سے کپڑے کا بنا ہوا ایک خیمہ عنایت کر دیا۔ جس
میں وہ رہا کرتے تھے۔ اسی میں حضرت آدم نے وفات
پائی۔ آپ کے بعد آپ کی اولاد نے اس خیمہ کو بھی پتھروں
سے محفوظ کر لیا تھا۔ مگر جب فتنہ و فساد کا بازار گرم ہوا،
ہابیل قابیل نے جنگ کر کے قتل و غارت گری کا مظاہر
کیا تو حضرت شیث کو خدا تعالیٰ نے ان لوگوں کی ہدایت
و رہبری کے لئے دنیا میں مبعوث کیا۔ لیکن اب دنیا
اپنے عہد ازل کو ایک حد تک بحال سی چکی تھی، کسی نے ان کی

پروہی کی اور کسی نے نہیں کی۔ اس طرح کا چلن چلنے ایک مدت گذر گئی۔ یہاں تک کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں سرکشوں کی منظم جماعتیں بن گئیں۔ اور انتہائی ظلم و ستم کے پہاڑ زمین پر ٹوٹنے لگے۔ خدا نے اپنی نبی کی زبان سے پہلے ان کو بہت ڈرایا دھمکایا، مگر جب وہ کسی طرح نہ ہلے تو عذاب الہی مسلط کیا گیا۔ اور طوفان بھیج کر ساری آبادی کو تباہ کر دیا گیا۔ صرف حضرت نوح اور ان کے محدود چند متبعین غرق آب ہونے سے بچ گئے۔ باقی سب ہلاک ہو گئے۔ طوفان بھیجنے سے پہلے خدا نے اپنی اس تجلی گاہ کو بھی آسمان پر اٹھالیا۔ جب طوفان ختم ہو گیا۔ اور لوگوں نے تلاش شروع کی تو سوائے چند ابھرے ہوئے سرخ ٹیلوں کے یہاں اور کچھ نظر نہ آیا۔ غرض کہ یہ بھلی گاہ غیر معدوم سی ہو گئی۔

ابن اسحق از قتی اور بیہقی نے ایک روایت بیان کی ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں :-

ما من نبی الا وقد حج البیت الاما کان من ہود و صالح و اقد حجہ نوح فلما کان فی الاراض ما کان من الغرق اصاب البیت ما اصاب الارض و کان البیت سربوۃ حمرا و فبعث اللہ عز و جل ہودا فقتلہ باہر قومہ حتی قبض اللہ الیہ فلم یحجہ حتی مات فلما بواہ اللہ لابراہیم حجۃ شملہ میق نبی بجل الاحجۃ۔ یعنی کوئی نبی ایسا نہیں آیا جس نے بیت اللہ کا حج نہ کیا ہو۔ بس صرف دو نبی ایسے ہوئے جو حج نہیں کر سکے ایک ہودہ اور دوسرے صالح۔ نوح علیہ السلام نے بھی حج فرمایا ہے۔ لیکن جب طوفان آیا تو ساری دنیا کی طرح بیت بھی غرق ہو گیا۔ طوفان

جب ٹپلے تو بیت اللہ کی جگہ پر ایک سرخ ٹیلہ نکل کر ابھرا آیا تھا۔ حضرت ہود کو اس وجہ سے حج کرنے کی نوبت نہیں آئی کہ آپ کی تبلیغی سرگرمیاں بہت رہیں اور اتنا موقع آپ کو نہ مل سکا جو آپ وہاں جا کر حاضری دیتے۔ علیٰ ہذا حضرت صالح بھی وہاں تک تبلیغ کی دھم سے اس درجہ غیر فارغ نہ ہوئے کہ وہ بھی حج نہ کر سکے۔ حضرت ابراہیم و اسمعیل علیہما السلام کے بعد جب ان دونوں نے کعبہ کی تعمیر کر دی تو پھر کوئی نبی ایسا نہیں گذرا جس نے حج کا فریضہ نہ انجام دیا ہو۔ بیت اللہ کا حج صرف انسانوں ہی پر فرض نہیں بلکہ فرشتوں، زمینوں، بادلوں، جنوں اور حیوانوں سب پر یکساں طور پر فرض ہے۔ صرف صورت حج میں فرق ہے۔ کسی کے ارکان کچھ اور ہیں اور کسی کے کچھ اور۔ لیکن طواف میں سب شریک ہیں۔ حضرت ابراہیم کے بعد بھی ایک مرتبہ بیت اللہ کی طرف سے لوگوں کو بلے تو بھی ہو گئی تھی۔ اور اس مقدس مقام کو لوگ بالکل فراموش کر گئے۔ لیکن جب خدا کے خلیل اپنی بی بی اور صاحبزادے کو ہجرت کر کے گئے ہیں تو اس مقام کو آپ نے منتخب فرمایا۔ اس وقت یہاں نہ گھاس تھی اور نہ دانہ پانی کا کوئی آسرا۔ لیکن بیت الحرام کے پاس لاکر چھوڑنے سے آپ کا مقصد ہی یہی تھا کہ یہاں اسمعیل کی اولاد وغیرہ جب ہوگی تو یہ مقام آباد ہو جائیگا۔ اور خدا کے گھر کی طرف لوگوں کو توجہ ہو جائیگی۔

حضرت اسمعیل نے ایشاء سے اس وادی غیر ذی ذرع کو بہت جلد اس قابل کر دیا کہ حضرت ابراہیم آکر خوش ہوئے اور آپ نے اپنے صاحبزادے کی محبت میں اس بیت الحرام کی عمارت پختہ کرائی۔ خدا نے دونوں سچے پیغمبروں نے جس ہمت و عزم و مہمت سے اس مکان مقدس کی تعمیر فرمائی

مسلمان احترام کرتے ہیں۔ اور حج کرنا بحکم خدا ضروری اور فرض سمجھتے ہیں۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِینَ *

لحیۃ ص ۱۳ شعوری طور پر یا غیر شعوری طور پر نقش تازہ کر کے جائیں کہ ہم ایک خدا کے پرستار ایک قوم ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسا تو ہی اجتماع کسی ایسے مقام پر ہرگز نہیں ہو سکتا جہاں اگرچہ مادی تمدن کے لوازم اور اس کے طمطراق کی چیزیں تو سب موجود ہوں۔ مگر کوئی روحانی وقار نہ ہو۔ اسی لئے اس مبارک مقصد کے لئے مادی غیر مادی زرع کو منتخب کیا گیا۔ تاکہ اس اجتماع کا مقام ایک ایسا مقام ہو جس سے اسلام کی بہترین روایات وابستہ ہوں، جس کا زور ذرہ خدا کے نام پر مرنے والوں کی زندگی کا شاہد ہو، جہاں آیات آبی ہر طرف چھائی ہوئی ہوں اور کفر و شرک کا نام و نشان تک نہ ہو۔ جہاں امت مسلمہ کو پوری آزادی حاصل ہو۔ اور کوئی خارجی اثر مسلم اور مسلم کے درمیان حائل نہ ہو۔ ایسی فضا میں جب مسلمان جمع ہوں گے تو وہ اپنے دامن نہ صرف روحانی برکتوں سے بھر کر واپس ہوں گے، بلکہ ہر قسم کے دنیوی اور مادی منفعتیں بھی ان کو حاصل ہوں گی۔ اسی کی طرف اشارہ ہے قرآن کریم کی اس آیت میں کہ لَیْسَ شَہِدًا وَاصِلًا ذَمَّ لَہُمْ وَذَكَرَہُمْ وَا

اسمہ اللہ فی ایام معلومات۔ یہی وجہ ہے کہ دشمنان اسلام نے خلافت کے بعد اگر کسی چیز کو بھانپا ہے تو وہ یہ عبادت حج ہے۔ نئے دن مختلف غیر اسلامی حکومتوں کی طرف سے اس کے راستے میں رکاوٹیں ڈالی جاتی ہیں، کہ کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ غلام مسلمان آزاد مسلمانوں سے مادی بطن میں ملیں۔ اس لئے کہ جب وہ واپس اپنے اپنے ملک کو لوٹ کر جائیں گے تو ظاہر ہے کہ ان میں آزادی کی ٹھپ پیدا ہوگی۔ اور وہ کسی غیر اسلامی حکومت کا جوابی گردن میں ڈالے رہنے کو ہرگز پسند نہ کریں گے۔ اور خود آزاد مسلمان تو تمام

اس کا آج بھی ظہور ہماری نظر کے رد و رد ہے۔ آپ کیلئے ایک پتھر بطور بارود کے آسمان سے اتارا گیا۔ جس میں تاثیر یہ تھی کہ جب گارا وغیرہ لینے کی ضرورت ہوتی تو وہ پتھراں خود جھک جاتا۔ اور جب گارے پلٹتے تو ان خود وہ پتھر منظر مقصود تک پہنچ جاتا۔ اس پتھر کو خدا نے اب تک محفوظ رکھا ہے۔ مقام ابراہیم اسی کی یاد گار ہے۔ حجر اسود جس کو کہا جاتا ہے، یہ بھی ایک جلتی پتھر ہے۔ اور بناو کعبہ کی تاریخ اس کے بھی نزول کی تاریخ ہے۔ حضرت آدم کے لئے یہ پتھر کسی کا کام دیتا تھا۔ اس کا ابتدائی رنگ سفید تھا۔ اس پتھر میں جذبات اعمال فاسدہ کی قوت ہے۔ اسی وجہ سے اب اس کے رنگ میں سیاہی کا بہت کافی غلبہ ہو گیا ہے۔

حضرت ابراہیم کے بعد پھر خدا کا ہر انبیا قاصد اس گھر کی عزت کو تاج آج ہے۔ گزرا نہ جا رہیت میں ابراہیم نے پھر کچھ بغاوت کا علم بند کیا۔ اور چاہا کہ کعبہ کو ڈھا دیا جائے مگر خدا نے اپنی ایک حقیر مخلوق سے اس کی عظیم الشان فوج کو بپا کر کے اپنے گھر کی عزت و رفعت کو لئے والے پیغمبر کی امت کے لئے مرجع خلائق بنا دینے دیا۔

غرض کہ یہی وہ گھر ہے جس پر تمام خدا کے بندوں کی جبین ہاتے نیاز جھکا کیں۔ اسی کو خدا نے ان اہل بیت و ضعیف الناس للذی بیکہ مباسمک و قدسے للعالَمین کے مقدس الفاظ سے یاد فرمایا۔ اور یہ بھی اصلیت یہی کہ یہ گھر دنیا میں سب سے پہلے تعمیر ہوا۔ اور انسانوں کے لئے بکثرت و پریت، لہجہ و مادی بنا۔

اسی گھر کا خلیفہ خلیل و حبیب پر دانہ وار طواف کیا گئے۔ یہی گھر ابو بکر و عمر کی سجدہ گاہ بنا، اسی گھر کی عثمان و علی نے اپنے جبینوں سے حفاظت کی۔ اسی گھر کا اب بھی

ہم میں بھی ان کے لئے پردہ دی ممانعت کے چہ بات پیدا ہوں گے۔ اور ان کی عزت و عظمت و وقار میں اضافہ ہو گا۔

حج بیت اللہ

(از جناب مولوی صبغت اللہ صاحب)

سے چلے آئیں۔

واذن فی الناس بالحج یا توک ساجد لاو علی
کل ضامہا یا تین من کل فج حقیق۔ اور تم لوگوں
میں حج کا اعلان کر دو، لوگ تمہارے پاس پیادہ بھی اور ڈبلی
اوٹلیوں پر سوار بھی چلے آئیں گے جو درواز راستوں کو
پہنچی ہوئی۔

تمام انبیاء علیہم السلام میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو
چند خصوصیات حاصل ہیں۔ اول یہ کہ آپ ہی تمام قوموں
کے مسلم القیوت پیغمبر ہیں۔ اور آپ ہی کو تمام دنیا والوں کے
لئے امام بنایا گیا ہے۔ اور یہ امامت کبریٰ کا جلیل القدر منصب
بھی بہت سی آزمائشوں سے کامیاب گزرنے اور بہت سی
قربانیاں دینے کے بعد عطا کیا گیا ہے۔ پھر حضرت ابراہیم ہی
کا وہ خاندان ہے جس میں صدیوں تک نبوت رہی۔ حتیٰ کہ
آپ ہی کے خاندان سے خدا کا آخری پیغمبر پیدا ہوا۔ جس کے
ہاتھوں دین کی تکمیل ہوئی۔ اور اسلام کی جس حقیقت کو
ابراہیم علیہ السلام سنو نہیں کیا تھا وہ تمام مبارج ارتقا طے
کر تا ہوا دور محمدی میں اگر اپنے شباب پر پہنچ گیا۔ حضرت
ابراہیم علیہ السلام کی پوری زندگی پر غور کرنے سے تو عید و اسلام
کی حقیقتیں پوری طرح آشکارا ہو جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ
جس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو قرآن عزیز
نے اسوۂ حسنہ قرار دیا ہے، اسی طرح حضرت ابراہیم کی
عملی زندگی کو بھی امت اسلامیہ کے لئے نمونہ عمل بنایا ہے۔

حج کے معنی لغت میں ارادہ کرنے کے آتے ہیں۔
اور عمرہ کے معنی زیارت کرنے اور آباد کرنے کے ہیں۔ اسلامی
شریعت کی اصطلاح میں حج و عمرہ ان خاص مراسم عبادت
کی ادائیگی کے لئے سفر کرنے کو کہتے ہیں۔ جو بیت اللہ الحرام
سے مخصوص ہیں۔ اور جن کے باعث کعبہ کی آبادی
ہوتی ہے۔

اسلام کی ان چار بنیادوں میں سے جس پر قصر
اسلامی کی عمارت کھڑی ہے ایک حج بھی ہے۔ وہ ایک
خاص عبادت ہے جو سوائے بیت اللہ الحرام کے اور کسی
مقام پر ادا نہیں کی جاسکتی۔ بخلاف نماز، زکوٰۃ اور روزہ
کے کہ وہ ہر مقام پر اپنے اوقات و شرط کے ساتھ ادا
ہو سکتے ہیں۔

اب یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ تمام عبادتیں تو
مکانی خصوصیات سے علیحدہ ہیں۔ اور صرف یہی عبادت
کیوں ایک مکان مخصوص کے ساتھ مختص کر دی گئی ہے
حالانکہ تمام روئے زمین خدا تعالیٰ ہی نے بنائی ہے۔ بیشک
تمام زمین خدا ہی کی ہے۔ اور امت محمدی کے لئے کل روئے
زمین کو مسجد بنادیا گیا ہے۔ لیکن ہر خطہ زمین میں وہ

خصوصیتیں نہیں ہیں جو اس بقعہ نو سے تعلق رکھتی ہیں
یہی وہ مقام مبارک ہے جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے
تلاقیات کے حکم سے خانہ کعبہ کی تعمیر فرمائی اور تمام لوگوں
میں اس بات کی منادی کر دی کہ پیادہ یا سوار یوں ہر طرف

سے بے نیاز ہے۔

اس آیت کریمہ میں استطاعت کے ہوتے ہوئے حج نہ کرنے کو کفر سے تعبیر کیا ہے۔ جو نہایت شدید و حیدر ہے۔ آج کل عام طور پر یہ خیال ہو گیا ہے کہ حج کو جانے والوں کے لئے یہ ضروری ہے کہ دنیا کے کاموں سے فارغ ہو جائیں، خاندانی معاملات طے ہو جائیں، خاندان میں ہونے والیاں شادیاں ہو چکیں۔ جب دنیا میں کوئی کرنے کا کام باقی نہ رہے، تب خدا کے گھر کا رخ کرنا چاہئے۔ حالانکہ اگر دل میں کچھ بھی خدا کی محبت ہو، اور حساب و کتاب کا کچھ بھی خیال ہو تو مسلمان کا فرض ہے کہ جس وقت اس میں سفر کی استطاعت پیدا ہو جائے وہ سب کاموں سے پہلے کعبہ کا رخ کرے۔ حدیث میں ایسے شخص کے لئے سخت وعید آئی ہے جو استطاعت رکھ کر بھی حج کو نہیں جاتا۔ چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص مسیح و سالم ہو اور حج کرنے پر قادر ہو، پھر ادا نہ کرے اور مر جائے تو چاہے یہودی ہو کر مر جائے یا عیسائی ہو کر، وہ اسلام کی موت تو نہیں مرتا۔

جس طرح اسلام نے ہر عبادت کے اندر فوائد و امراء رکھے ہیں، اسی طرح حج میں بھی بیشمار فائزے اور ان گنت دینی و دنیوی مصالح اور منافع ہیں۔ بلکہ اسلامی عبادتوں میں جس ہیئت اجتماعی کی تشکیل مد نظر ہے۔ اس کی تکمیل یہیں آکر ہوتی ہے۔

یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ وحدت امت کا تخیل بغیر اس کے جامہ عمل نہیں پہن سکتا۔ کہ اس امت کے لئے کوئی مرکز مقرر کیا جائے۔ جہاں اطراف عالم کے مسلمان لازمی طور پر جمع ہوں۔ ایک دوسرے کے حال سے واقف ہوں، بل کہ ایک خدا کی عبادت کریں، ایک مرکز کے گرد گھومیں۔ اور ملیں

قل کا فائدہ لکھنا اس وقت حسنہ فی ابراہیم والدین محدث۔ تمنا ہے کہ ہوا ابراہیم اور ان کے ساتھیوں میں ایک نمونہ تھا۔

غرض کہ کمزور کو حضرت ابراہیم کی ذات اور حضرت ابراہیم کو عقائد اسلامی جو گہرا تعلق ہے جسکی بنا پر اس عبادت کو خانہ کعبہ ہی کے ساتھ مخصوص کر دیا گیا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لانے کے بعد بھی حج فرض نہیں ہوا بلکہ کہ معظمہ کے فتح ہو جانے کے بعد مشہد میں حج و عمرہ کا حکم دیا گیا۔ اور سب سے پہلا حج مشہد میں ابو بکر صدیق کی قیادت میں کیا گیا۔ پھر اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشہد میں اعلان فرمایا کہ میں حج کو جانے والا ہوں۔ تو بیشمار پیرائے شیعہ محمدی کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ اور یہی آپ کا پہلا اور آخری حج تھا جس کو حجۃ الوداع کہتے ہیں۔ جس میں آپ نے زبردست خطبہ دیا تھا۔ اور اسی وقت تکمیل دین کی بشارت دی گئی تھی۔

بہر حال حج ایک زبردست اسلامی فریضہ ہے۔ جس کے ادا کر نہ سکے لئے شوال سے ذوالحجہ تک کا زمانہ مقرر کیا ہے۔

الحج اشہم معلومات حج کے چند جہتیں مقرر ہیں۔ دشوال، ذیقعد اور ذی الحجہ اور حج انہیں لوگوں پر فرض ہے جو استطاعت رکھتے ہوں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **وَلِلّٰہِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْہِ سَبِيْلًا۔ وَ مِنْ کَفْرِ فَاِنَّ اللّٰہَ غَفِيْ حَنِ الْعٰلَمِیْنَ۔** اور ان لوگوں کے ذمہ اللہ کے واسطے بیت اللہ الحرام کا حج کرنا ہے اس شخص پر جو راستے کی طاقت رکھتا ہے۔ یعنی ثارہ و اجلہ پر قادر ہو۔ اور جو منکر ہو جائے تو اللہ تعالیٰ سب عالم والوں

فربانی کی آواز

(از جناب مولوی حفاظت اللہ صاحب صدیقی شاہجہان پوری)

میں نے ہی قوموں کو ادنیٰ حالتوں سے اٹھا کر عروج وارتقا کی بلندیوں تک پہنچایا ہے۔
میرے بغیر انسان کی زندگی تلخ، دشوار اور بے مقصد ہے۔
میں ہر قابل نوجوان کی رفیق و مرہب ہوں اور ان کو حیات کا تازہ بخش تھی ہوں۔
میں گریہ تلخ اور کشتن ہوں گریہ میری تلخیوں ہی میں شہد حیات کی نرس ہیں۔

میں وہ نرس ہوں جو کامیابیوں کی بلندیوں پر لیجا تا ہوں۔
میں غافل انسان! جب تیری جوئے حیات مصائب و آلام کے بھنور میں محصور ہو کر اپنی راہ سے دوری اور اپنی منزل سے بے اختیار کر لیتی ہے۔ آفتاب مسرت کی شعاعیں تیرے نو حیات کو لوٹ لیتی ہیں، غم و الم کی مہینیاں گیاں تیرے دلوں کو سرد کر دیتی ہیں۔ تو قیام کو سفر پر ترجیح دیتا ہے، تو سکوت کو لغتہ اور جمود کو عافیت سمجھتا ہے۔ اور جب تو ہر سنگ راہ کو منزل سمجھ کر اس کے سامنے اپنی تمام طاقتوں اور زادوں کو اسکی قربان گاہ پر بچھا کر دیتا ہے۔ اسوقت میں تیرے شیرازہ جمعیت کو مجتمع کرتی ہوں۔ شادان و فرماں مال غنیمت کو اپنے دامن میں اچھالتی ہوئی تیری طرف بڑھتی ہوں۔ اور تجھ کو مسرت و کامرانی کا لغتہ سناتی ہوں۔ اور ان سب کا دلوں کو دو کرتی ہوں جو تیرے راہ میں حائل ہیں۔

میں کمر و اور در ماندہ قوموں کو زندگی بخشتی ہوں۔ اور جو قوم مجھے سپر بناتی ہے میں ان کو ہر میدان میں کامیاب بنا کر بری بڑی مادی طاقتوں کا منہ پھیر دیتی ہوں۔ بتلاؤ میں کون ہوں؟

اگر تم سنت ابراہیمی واسمعیلی قربانی کے حقائق و بصائر کو جلتے ذہن انہیں کر چکے ہو تو سب ذیل ہیں کو حل کرو اور ذوق سلیم کا ثبوت دو۔
میں کائنات، عالم کے مادی و روحانی کار و بار کی بنیاد ہوں

کائنات کی ہر چیز میرے دم سے قائم ہے۔
میں نظر و فکر کی رہنمائی کی کلید ہوں۔
میں تمام خوشحالیوں اور ترقیوں کا سرچشمہ ہوں۔
نسل انسانی کا بیج جب سے سطح دنیا پر بویا گیا ہے میں اسی وقت سے ہوں۔

میں ذہن و طبائع پرستیوں کی خلاق ہوں۔
انسان دنیا کو مصیبت اور دکھ کا گھر سمجھتے ہیں۔
اور اسکو تکلیفوں اور خشاتوں کا مخزن جانتے ہیں۔ اس لئے نہ تو وہ دنیا کی محسپیوں اور محاسن کے قائل ہوتے ہیں اور نہ خدا کی ہستی ہی کو تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن اگر ایسے وہاں روشن انسان مجھ سے تعلق پیدا کر لیں تو میں نہ صرف مادی اور روحانی زندگی کا لطف اٹھانے کے لئے جسمانی اور روحانی رحمت بخشتی ہوں۔ بلکہ خدا کی ہستی کو تسلیم کر کے انسان کو قرینہ بناتی ہوں۔ میں تحقیق کی جان اور ایجادات و اختراعات کی اسٹیم ہوں۔

جو قومیں مجھ سے دشتہ جوڑتی ہیں وہ ترقی کے میدان میں سرعت سے قدم بڑھاتی ہیں۔ اور جو مجھ سے منہ موڑتی ہیں وہ جلدی فنا ہو جاتی ہیں۔

میں کیا ہوں
اور ہے
تو کوس

گوتم ہر
میر اسفند
نازک
اور فائدہ

آرام کی

بالا قربان تک کی قربانی ہے۔ اندوس کہ تم نے اس ملک کو تو فائدہ
پر بھی بیان نہیں دھرا۔ جس میں غسانق السموات والارض نے
صاف صاف اعلان کر دیا تھا۔ لکن فیال اللہ لحوما ولا
دماء ہا ولکن فیالہ التقویٰ منکم۔ دلائل پاک کو
نہ تمہاری قربانیوں کے گوشت پہنچتے ہیں اور نہ ان کے خون
لیکن اس کو تمہاری طرف سے تقویٰ پہنچتا ہے۔

اگر تم قربانیوں سے نیکی، پاکیزگی، اسوۂ ابراہیمی
کی پیروی نہیں کرتے، اور اس کے اصلی
نصب العین کو مدنظر نہیں رکھتے، تو یہ تمہاری گوشت
خواریاں اللہ کے نزدیک کوئی درجہ نہیں رکھتیں۔

میں کیا ہوں؟ ۹ تباؤ اور راز حیات معلوم کر کے ابدی زندگی
اور بے پایاں راحت حاصل کرو۔ اگر تم مجھے نہیں جان سکتے تو
تو کوسنو!

میں قربانی ہوں

سال کے سال تم کو مذکورہ بالا قیمتی مسباق دیجی ہوں۔
اگر تم ہو کہ مجھے معلوم کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ اور
میرے مفہوم صرف غور فیزی اور گوشت خود ہی سمجھتے ہو۔ مجھے
نازک احساس والے ڈھونڈتے ہیں راحت ابدی پاتے ہیں۔
اور فائدہ اٹھاتے ہیں۔

یاد رکھو میرے مفہوم میں وقت کی قربانی، راحت و
آرام کی قربانی، مال و دولت کی قربانی، اولاد کی قربانی اور

پیدا کرو

(از جناب نواب غازی آف گوردھا)

درد دل پیدا کرو دردِ جگر پیدا کرو
ظلمتِ شب ہی سے تم سو سو سحر پیدا کرو
ذرا ذرا میں تجھ جی ہے نظر پیدا کرو
آستانِ خود کفج کے آجائے وہ سر پیدا کرو
لے سفر والو! وہ اندازِ سفر پیدا کرو
ساری دنیا سے زلی راہ گذر پیدا کرو
اپنی خاک تر سے دنیا لے دگر پیدا کرو
پھر اٹھاؤ آنکھ پھر دردِ جگر پیدا کرو
دل میں وہ ہنگامہ رقص شر پیدا کرو

ہر نظر میں ایک اعجازِ نظر پیدا کرو
ہاں اگر چہ ہو جلا کر مشعل نور یقین
عرشِ کیسا، طور کیسا، کیسا کعبہ، کیسا دیر
تاج کے غیروں کی چو کھٹ پر سجود و بندگی
منزلیں تم کو پکاریں راہ سے ہٹ جائیں کوہ
سائے عالم سے اٹکھا ہو تمہارا شانِ عزم
اپنی جنگاری کو وہ فرمانِ سوزِ کائنات
چلتے چلتے تم نہ جاتے کارواںِ اضطراب
دردِ جگر حسنِ خود آئے تم شاد کیمنے

تم جو ساقی ہو دیکھو حالِ ادبِ سرور
بزمِ ٹھنڈی ہے تو صہبائز تر پیدا کرو

دلتا کی

میں ہے۔

حیات

میں شہد

جاتا ہے۔

تک و

اپنی

ما میں

ن تیر

تو

تو ہر

ن اور

میں

ن

بڑھتی

رمان

.

اور جو

بنکر

لوں ہو؟

فلسفہ قربانی

(از جناب اشرف صاحب قریشی)

قرآن پاک میں جس قدر احکام صادر ہوئے ہیں وہ کسی نہ کسی مصلحت اور حقیقت پر مبنی ہیں۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ کے متعلق جہاں ہدایت کی ہے، وہاں ان کی خوبیاں بھی ظاہر کر دی گئی ہیں۔ اسی طرح قربانی کے متعلق بھی صاف بتا دیا گیا کہ خدا کے پاس گوشت اور خون میں کوئی چیز نہیں جاتی بلکہ تقویٰ اور طہارت کے جذبات صاف پیش ہوتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو انبیاء الہی کے سلسلہ میں وہ درمیان کی کڑی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام و ملت اسلامیہ کی تخلیق کا سرچشمہ قرار دیا ہے۔ اس فلسفہ کو حل کر کے بتا دیا کہ اللہ کی راہ میں سب کچھ قربان کیا جاسکتا ہے۔ آپ باہل کے مشہور بت تراش آڈر کے فرزند تھے۔ اور آج سے چار ہزار سال قبل اس وقت پیدا ہوئے تھے جب ساری دنیا کفر و فساد میں مبتلا تھی۔ وہاں ہر گھر میں اور ہر قبیلہ میں اپنی مرضی کے مطابق ہر مقصد کا جدا گانہ معبود موجود تھا۔ لوگ اپنی سنگی صنعت و حرفت اور علم ہیئت و نجوم کی مہارت سے خدا کی خدائی سے منکر تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ باتیں دیکھ کر اپنی قوم کو بہت سمجھایا، مگر وہ اپنی باطل پرستیوں سے باز نہ آئی۔ بالآخر آپ نے قوم اور لاکھوں بتوں کی مخالفت شروع کر دی۔ وہاں یہ تجویز پیش ہوئی کہ انہیں نذرانہ کر دیا جائے۔ لیکن آپ اس سخت امتحان میں ثابت قدم رہے۔ قومی معبودوں کی اور دشت پیدی ورشتہ قومیت کی قربانی اور ایثار جان کے بعد و طہارت کی قربانی کی نوبت آئی۔ قوم نے جب سخت

پریشان کیا تو آپ نے وطن سے ہجرت کر کے مکہ کو آباد کیا۔ یہاں پہونچ کر خانہ کعبہ کو تعمیر کرایا۔ جب خون، نسل، سیاست، قومیت اور وطنیت کے تمام پیدائشی اور اساسی رشتے منقطع ہو چکے تو نعت جگر کی قربانی کا حکم صادر ہوا۔ ایک انسان اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال سکتا ہے، وطن اور قوم سے تعلقات منقطع کر سکتا ہے، مگر وہ ایک لمحہ کے لئے بھی یہ گوارا نہیں کر سکتا کہ اس کی عزیز ترین متاع حیات کو ذرہ برابر بھی تکلیف پہونچے۔ اور اولاد بھی وہ جو شباب میں نہیں، بلکہ نحیفی کے آخری دور میں پیدا ہوئی ہو۔ اس کی قربانی اللہ اکبر، زمین و آسمان رز گئے، فرشتے کانپ اٹھے۔ اور دنیا میں ایک ہیجان و اضطراب پیدا ہو گیا۔ مگر امت مسلمہ کا طویل القدر ہادی اس سخت اور مشکل ترین امتحان میں بھی ثابت قدم نکلا۔ اسی طرح کے متعدد امتحانات میں کامیاب ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان اولاد اعظم قربانیوں کے سلسلہ میں انہیں تمام دنیا کا امام اور پیشوا بنادیا۔ وہ اسوۂ قربانی جو اس موجد اعظم نے دنیا کے سامنے پیش کیا اس سے اس حقیقت کو واضح کر دیا کہ اگر کوئی قوم دنیا میں کامیاب ہونا چاہتی ہے تو اس کے لئے صرف یہی ایک راہ ہے کہ وہ قربانی کرے۔ چنانچہ مسلمانوں میں اس قربانی وہی جذبہ ایثار و فدویت پیدا کرنا مقصود ہے۔ جس کے متعلق سورۃ حج میں مذکور کیا گیا ہے۔ اسی طرح واقعات ابراہیم میں ایک سبق اور موجود ہے۔ وہ یہ کہ گذشتہ قصصیات کا ماحصل یہ ہے کہ فکر ابراہیم نے امت مسلمہ کا نقشہ کھینچا تھا، عمل ایثار کی برکتوں نے اس سے ایک امت پیدا کر دی، یعنی حضرت ابراہیم ایک شخص

(باقی اگلے صفحہ پر دیکھو)

نذر ابراہیم

(مولانا احمد علی صاحب)

اس خواب کو حکم الہی سمجھ کر بیٹے سے استغواب فرمایا۔ بیٹے نے عرض کیا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کیجئے۔ مجھے آپ خدا تعالیٰ کے فضل سے صابروائیں گے۔ اس گفتگو کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام صابرائے کو ذبح کرنے کے لئے لے گئے۔ جب ذبح کرنے کی غرض سے بیٹے کو لٹایا، اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی اے ابراہیم علیہ السلام تو نے اپنے خواب کو اچھا کر دکھایا۔ اور اللہ تعالیٰ نے بیٹے کے عوض ایک مینڈا عطا فرمایا، جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ذبح کیا۔ ابراہیمی قربانی کے نتائج: مرنا جب حصولِ نذر الہی کے لئے بیٹا ذبح کرنے کو تیار ہو گئے سو اپنی جان قربان کرنے میں انھیں مضبوطی اولیٰ کوئی دریغ نہ تھا۔

(۱) جب جان اور اولاد قربان کرنے کے لئے تیار تھے تو مال قربان کر کے خالق تعالیٰ کو راضی کرنے میں انھیں کیا عذر ہوگا۔

(۲) جب ان کے ہاں جان، اولاد اور مال رضاء الہی کے مقابلہ میں کوئی چیز نہ تھا تو وہاں حب وطن محبت الہی کا کب مقابلہ کر سکتی ہے۔

(۳) جب اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے میں جان، اولاد کی پرواہ نہیں کرتے تو اعزہ و اقربا کے تعلقات انھیں دروازہ الہی سے کب ہٹا سکتے ہیں۔

(۴) جب جان، اولاد اور اعزہ و اقربا اس تدبیرِ رضاء الہی پر قربان ہو چکے ہیں تو قربتِ بقیہ احباب دنیا انھیں کب یاد الہی سے غافل کر سکتی ہے۔

(۵) جب رضاء الہی انھیں جان اور اولاد سے زیادہ عزیز ہے

قرآن حکیم سے معلوم ہوتا ہے کہ نسل انسانی کا بیج جبے سطحِ نیار بویا گیا ہے اسی وقت سے یہ مبارک رسم قائم ہوئی ہے، وائل علیہم ذبا ابی اہم مباحی اذ قہر با قہر بانا فقبل من احد ہما ولم یقبل من الآخر۔ یعنی ان لوگوں کو آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا حاقہ ستادہ۔ ان دونوں نے قربانی کی۔ پھر ایک کی قربانی قبول ہوئی اور دوسرے کی قبول نہیں ہوئی۔ انہی ابراہیمی قربانی: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ میں اپنے بیٹے حضرت اسمعیل کو ذبح کر رہا ہوں۔ انبیاء علیہم السلام کے خواب الہام الہی ہوتے ہیں۔ اس لئے

یقینہً صفحہ گزشتہ۔ شتے، بلکہ ایک امت تھے۔ جیسا کہ خود قرآن نے بھی انھیں ایک امت قرار دیا ہے کہ بیشک ابراہیم ایک فرمانبردار و بے لاک امت تھے۔ اس لئے اسوۂ ابراہیم کا دوسرا پیغام یہ ہوا کہ ہر مخلص اور سچا رہنما جلات خود ایک قوم ہوتا ہے۔ اور انھیں سچے اور مخلص رہنماؤں کی فکر و تیار ہی و حقیقی مادہ جو جس سے قومیں بنتی اور زندہ رہتی ہیں۔ اور انھیں کی عدم صلاحیت سے قومیں فنا بھی ہو جاتی ہیں

آج جبکہ مسلمانوں کی موت و حیات کا مسئلہ درپیش ہے تو انھیں پھر ایسے ہی ہادی و رہنما کی ضرورت ہے جو تمام مسلمانوں کو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جنتِ حق کے نیچے جمع کرے۔ اور ان کے دلوں کو نفاق اور خود غرضی سے پاک کر کے کریں ایک مرکز تنظیم پر لے آئے +

ناباد کیا۔
است۔
نئے منقطع
اپنے
ات
میں کر سکتا
ہوئے
ی دور
رہ گئے،
میں
مل ترین
مات
فرانیوں
موت
سے
ہونا
قربانی
و
میں
اد
نہر
رو
نص

مسلمانوں کا ایک روحانی دربار

(از جناب مولانا عبدالغفور صاحب ندوی)

میں محمود حسین۔

غور فکر روز سے زیادہ آج کسی خاص چیز کا انتظار کیا جا رہا ہے۔ اور کسی بہت بڑی یادگار کی نہایت عظیم الشان تیاری ہو رہی ہے۔ کئی روز کی محنت اور انتظامات کے بعد آج کعبہ اور اس کی پاک زمین کچھ اور بھی منظر پیش کر رہی ہے۔ اب منتظرین کا حال یہ ہے کہ جون جون وقت گذرتا جاتا ہے ان کے انتظار کا پیمانہ بھی بڑھتا جاتا ہے۔ یکایک ملائک اور صالحین کی جماعت میں خوشی اور سرور کے شادیاں بے جیسے لگتے ہیں۔ اور کچھ دیر بعد ایک نہایت برگزیدہ اور معزز گروہ داخل ہوتا ہے۔ جن کے چہروں کی عظمت اور جلالت بتا رہی ہے، کہ یہ اللہ تعالیٰ کے نہایت مقرب ترین بندے ہیں۔ ملائک ان کو ان کی شاندار شان جگہوں کا لحاظ رکھتے ہوئے نورانی پیدال میں مدد کی کر سکیں گے بالکل فرمایا جھٹاتے ہیں۔ اتنے میں (اور بھی بہت سے حضرات دیگر سمتوں سے داخل ہوتے ہیں۔ جو اگرچہ اس شان و شوکت کے شہنشاہ ہیں۔ لیکن ہر حال نہایت ہی مقدس اور بزرگ معلوم ہوتے ہیں۔ پھر اور بھی حضرات آتے ہیں جو ان سے کم مرتبہ کے ہوتے ہیں۔ یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اب پیدال کھینچا کھینچا بھر جاتا ہے۔ اور جب کے سب کسی کے انتظار میں چشمِ برآہ نظر آتے ہیں۔

کوئی رات کے بارہ بج چکے ہیں۔ عالم کا ذرہ ذرہ خاموش اور سکوت کا مجسمہ نظر آ رہا ہے۔ ساری کائنات رات کی بے باہیں کوٹ رہی ہے کہ کیا ہو گی خوشی اور مسرت کا ایک کلام بچ جاتا ہے۔

کعبہ دہی کعبہ جہاں دن کی ہر پر مساحت اور رات کی ہر پر گھڑی میں خالق ارض و سما کی رحمت اور برکت، مافیت اور نعمت کی بارش ہوتی ہے۔ اور انوارِ الہی کی چکا چوند سے دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ ہوتی ہیں۔ جہاں تجلیات ربانی سے سیاہ درسیاہ دل روشن کئے جاتے ہیں۔ اور غلاظت سے بھرے ہوئے انسان تقویٰ و طہارت، صفائی اور پاکیزگی کی انمول دولتوں سے مالا مال کئے جاتے ہیں۔ آج وہیں ایک اپنی شان و شوکت نظر آ رہی ہے۔ تھو سیلوں کا اجتماع ہے۔ فرشتوں کا انبوه ہے۔ اور انبیاء و صل علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ایک کثیر اثر دھام ہے۔ اور اس پاک گھر سے نور ربانی اپنی پوری چمک اور دمک اور اپنی پوری ضیاء باد یوں سمو اٹھتا ہے جو آسمان تک جاتا ہے اور آسمان سے ہو کر سانسے عالم میں پھیل جاتا ہے۔ یہ ایک ایسی تیز روشنی ہے جس کی چمکیلی کرنیں آنکھوں کی روشنی سلب کئے دے رہی ہیں۔ ملائک فرش و فرش میں مصروف ہیں۔ خدسیوں کی جماعت ہمانوں کی ضیافت میں لگی ہوئی ہے۔ کچھ بزرگ کسی کے استقبال کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ اور کچھ صف باندھے دو رو یا نہایت ادب سے نورانی مشعلیں لئے کھڑے ہیں۔ بعض پاکیزہ نفوس ایسے بھی ہیں جو اپنے دونوں ہاتھوں میں شرابِ ظہور کی نازک صراحیاں لئے ہیں۔ جس شراب کی یہ خاصیت ہے کہ اگر اس کا ایک قطرہ بھی فاسق سے فاسق اور گنہگار سے گنہگار کے منہ سے چھو جائے تو ساری عمر اسے ہوش نہ آئے۔ اور عشقِ الہی میں چھوڑ اور محبتِ ربانی

سچی کہانیاں

مسلمانوں کی دینی اور دنیاوی فلاح بہبود کا ذخیرہ
(دعوتِ حق کے علمائے کرام کا تذکرہ)

(۱)

معلوم کا ارشاد ہے کہ میرے بے بچہ پر نہیں کیا کہ
میرے لئے کہ بے ہاؤں کو سونے کا بنا دیا جائے۔ میں نے
عرض کیا کہ یا اللہ مجھے تو یہ پسند ہے کہ ایک دن پیٹ بھر کر
کھاؤں تو دوسرے دن بھوکا رہوں، تاکہ جب بھوکا رہوں
تو تیری طرف زوری رہے اور تجھے یاد کروں۔ (اور جب پیٹ
بھرد تو تیرا شکر کروں تیری تعریف کروں) (ترمذی)
ف۔ یہ اس ذاتِ مقدس کا حال ہے جس کے ہم نام
یہاں اسکی امت بھونے کا فرسہ۔ جس کی ہر بات
ہمارے لئے قابلِ اتباع ہے۔

(۲)

بیویوں کی بعض زیادتیوں پر ایک مرتبہ حضور اقدس
صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھائی تھی کہ ایک مہینہ تک
ان کے پاس نہ جاؤں گا۔ تاکہ ان کو تنبیہ ہو۔ اور علیحدہ اوپر
ایک حجرہ میں قیام فرمایا تھا۔ لوگوں میں یہ شہرت ہو گئی
کہ حضور نے سب کو طلاق دیدی۔ حضرت عمرؓ اس وقت
اپنے گھر میں تھے۔ جب یہ خبر سنی تو دوڑے ہوئے تشریف
لائے۔ مسجد میں دیکھا کہ لوگ متفرق طہر پر بیٹھے ہوئے
حضور کے رنجِ اندھنے کی وجہ سے رو رہے ہیں۔ بیویاں
بھی سب اپنے گھروں میں رو رہی ہیں۔ (ابنِ ابی شیبہ) حضرت
حفصہؓ کے پاس تشریف لے گئے۔ وہ بھی مکان میں رو

رہی تھیں۔ فرمایا، اب کیوں رو رہی ہے کیا میں ہمیشہ اس سے
ڈرایا نہیں کرتا تھا؟ حضور کی ناراضگی کی کوئی بات نہ کیا کہ۔
اس کے بعد مسجد میں تشریف لائے۔ وہاں ایک جماعت
ممبر کے پاس بیٹھی رو رہی تھی۔ تھوڑی دیر وہاں بیٹھے رہے۔
مگر نہ تہہ نہ بچ سے بیٹھا نہ گیا تو حضور جس جگہ تشریف فرما تھے
اس کے قریب تشریف لے گئے۔ (اور حضرت رباحؓ ایک غلام
کے ذریعہ جو درباری زمین پر پاؤں لٹکائے بیٹھے تھے۔ حاضری
کی اجازت چاہی، انہوں نے حاضر خدمت ہو کر حضرت
عمرؓ کے لئے اجازت مانگی۔ حضور نے سکوت فرمایا کوئی
جواب نہ دیا۔ حضرت رباحؓ نے آکر یہی جواب حضرت عمرؓ
کو دیدیا۔ کہ میں نے عرض کر دیا تھا۔ مگر کوئی جواب نہ ملا۔ حضرت
عمرؓ یوں ہو کر ممبر کے پاس آ بیٹھے۔ مگر بیٹھا نہ گیا۔ تو پھر تھوڑی
میں حاضر ہو کر حضرت رباحؓ کے ذریعہ سے اجازت چاہی۔ پہلیج
تین مرتبہ پیش آیا۔ کہ یہ بیٹابی سے غلام کے ذریعہ اجازت حاضری
کے مانگتے، ادھر سے جواب میں سکوت اور خاموشی ہی ہوتی۔
تیسری مرتبہ جب لوٹنے لگے تو حضرت رباحؓ نے آواز دی اور
کہا کہ تمہیں حاضری کی اجازت ہو گئی۔ حضرت عمرؓ حاضر خدمت
ہوئے تو دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک بورہ پر
بیٹھے ہوئے ہیں۔ جس پر کوئی چیز بکھی ہوئی نہیں ہے۔ اس
وجہ سے جسم اظہر پرورش کے نشانات بھی ابرائے ہیں۔
خوبصورت بدنی پر نشانات صاف نظر آیا ہو گئے ہیں۔

دین و دنیا کے بادشاہ اور اللہ کے لاڈلے رسول کا یہ طرز عمل ہے۔ کہ پورے پورے کوئی چیز بھی ہوئی بھی نہیں، نشانات بدن پر پڑے ہوتے ہیں۔ مگر کے ساز و سامان کا حال بھی معلوم ہو گیا اس پر ایک شخص نے دعا کی درخواست کی تو تہیہ فرمائی۔ حضرت عائشہؓ نے کسی نے پوچھا تھا، کہ آپ کے گھر میں حضورؐ کا بستر کیسا تھا؟ فرمایا کہ ایک چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ حضرت حفصہؓ سے بھی کسی نے پوچھا کہ آپ کے گھر میں حضورؐ کا بستر کیسا تھا؟ فرمایا کہ ایک ٹاٹ تھا کہ جس کو دھرا کر کے حضورؐ کے نیچے بچھا دیتی تھی۔ ایک روز مجھے خیال ہوا کہ اگر اسکو چوہرا کر کے بچھا دوں تو زیادہ نرم ہو جائے۔ چنانچہ ہم نے بچھا دیا۔ حضورؐ نے صبح فرمایا کہ رات کیا بچھا دیا تھا، ہم نے عرض کیا کہ وہی ٹاٹ تھا اسکو چوہرا کر دیا تھا۔ فرمایا اسکو ویسا ہی کر دو جیسا پہلے تھا۔ اسکی نرمی رات کو اٹھنے میں مانع بنتی ہے۔

(شمال) اب ہم لوگ اپنے نرم نرم روتی جگہوں پر نگاہ ڈالیں کہ اللہ نے کس قدر وسعت فرما رکھی ہے۔ اور پھر بھی فکر کی بجائے ہر وقت تنگی کی شکایت ہی زبان پر نہ رہتی ہے۔

(۳)

حضرت ابو ہریرہؓ ایک مرتبہ کتان کے کپڑے میں ناک صاف کر کے فرمائے گئے کیا کہنے ابو ہریرہؓ آج کتان کے کپڑے میں ناک صاف کرتا ہے۔ حالانکہ مجھے وہ زمانہ یاد ہے جب حضورؐ اقدس صلی علیہ وسلم کے ممبر اور عمرو کے درمیان میں بیہوش پڑا تھا ہوتا تھا اور لوگ جنون سمجھ کر پاؤں سے گردن دہلتے تھے۔ حالانکہ جنون نہیں تھا۔ بلکہ بھوک تھی۔ ف۔ یعنی بھوک کی وجہ سے کئی کئی دن فاقہ چو جاتا تھا، بیہوشی ہو جاتی تھی اور لوگ سمجھتے تھے کہ جنون ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں جنون کا علاج گردن کو پاؤں سے دبانے سے کیا جاتا تھا۔ حضرت ابو ہریرہؓ بڑے صابر اور قانع لوگوں میں تھے۔ کئی کئی روز فاقہ

سربانے ایک چمڑے کا تکیہ ہے۔ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی۔ میں نے سلام کیا۔ اور سب سے اول تو یہ پوچھا گیا، آپسے بیویوں کو طلاق دیدی؟ آپ نے فرمایا، نہیں! اس کے بعد میں نے دلہنگی کے طور پر حضورؐ سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ہم قریشی لوگ عورتوں پر غائب رہتے تھے۔ مگر جب مدینہ آئے تو دیکھا کہ انصاری عورتیں مردوں پر غالب ہیں ان کو دیکھ کر قریش کی عورتیں متاثر ہو گئیں۔ اس کے بعد میں نے ایک آدمہ بات اُور کی، جس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر تبسم کے اتنا ظاہر ہوئے۔ میں نے دیکھا کہ گھر کا کل سامان یہ تھا کہ تین چمڑے بغیر باغٹ دھتے ہوئے اور ایک شمشوی خوابیک کوڑے میں پڑے ہوئے تھے۔ میں نے دوسرا دم نظر دوڑا کر دیکھا تو اس کے سوا کچھ نہ ملا۔ میں دیکھ کر رو دیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ کہیں رو نہ رہے ہو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کہیں نہ روؤں۔ کہ یہ پورے کے نشانات آپ کے بدن مبارک پر پڑ رہے، اور گھر کی کل لاشات یہ ہے جو میرے سامنے ہے۔ پھر میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ! دعا کیجئے کہ آپ کی امت پر بھی وسعت ہو۔ یہ دوم احمد فارسی بے دین ہونے کے باوجود کہ اللہ کی عبادت نہیں کرتے ان پر تو یہ وسعت و تمیز و کسری تو ہاتھوں اور نبروں کے درمیان ہوں۔ اھ! آپ اللہ کے رسول اور اس کے خاص بندہ ہو کر یہ حالت۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تکیہ نگلے ہو تو بیٹھے تھے۔ حضرت عمرؓ کی یہ بات سن کر بیٹھ گئے۔ اور فرمایا کہ عمر! کیا اب تک اس بات کے اندر شک میں پڑے ہوئے ہو۔ سنو۔ آخرت کی وسعت دنیا کی وسعت سے بہت بہتر ہے۔ ان کفار کو طبقات اور اچھی چیزیں دنیا میں مل گئیں۔ اور چاہتے لئے آخرت میں ہیں۔ حضرت عمرؓ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! میری لئے استغفار فرمائیں۔ واقعی میں نے غلطی کی۔ (فتح القدیر)

میں گزر جاتے تھے۔ حضور کے بعد اٹھنے فتوحات فرمائیں۔ نہ ان پر تو گوی آئی۔ اس کے ساتھ ہی بڑے عابد تھے۔ ان کے پاس ایک تھیلی تھی۔ جس میں کھجور کی گٹھلیاں بھری رہتی تھیں۔ اس پر تسبیح پڑھا کرتے۔ جب وہ تھیلی خالی ہو جاتی تو باندی اسکو پھر بھر کر پاس رکھ دیتی۔ ان کا یہ بھی معمول تھا کہ خود اور بیوی اور خادم تین آدمی رات کے تین حصے کر لیتے۔ نمبر وار ایک شخص تینوں میں سے ایک شخص عبادت میں مشغول رہتا۔ (تذکرۃ الحفاظ)

میں نے اپنے والد صاحب سے سنا کہ میرے دادا صاحب کا یہی معمول تھا کہ رات کو ایک بجے تک مطالعہ میں مصروف رہتے۔ رات گئے دادا صاحب تہجد گئے لیتے اٹھتے تو تقاضا فرما کر والد صاحب کو سلا دیتے اور خود تہجد میں مشغول ہو جاتے اور صبح سے تقریباً پون گھنٹے قبل میرے طلوعے صاحب کو تہجد کے لئے جگا دیتے۔ اور خود اتباع سنت میں اولام فرماتے۔
اللہم ارزقنی اتباعہم۔
(۴)

حضرت ابو بکر صدیق کے میاں کپڑے کی تجارت ہوتی تھی۔ اور اسی سے گذر اوقات تھا۔ جب خلیفہ بنائے گئے تو حسب معمول صبح کو چند چادر میں ہاتھ پر ڈال کر بازار میں فروخت کے لئے تشریف لے چلے۔ راستہ میں حضرت عمرؓ لے پوچھا کہاں چلے، فرمایا بازار جا رہا ہوں۔ حضرت عمر نے عرض کیا کہ اگر تجارت میں مشغول رہو گے تو خلافت کے کام کا کیا ہو گا۔ فرمایا پھر اہل و عیال کو کہاں سے کھلائیں۔ عرض کیا کہ ابو عبیدہؓ جن کو حضورؐ نے امین ہوئے کا لقب دیا ہے۔ ان کے پاس چلیں۔ وہ آپ کے لئے بیت المال سے کچھ مقرر کر دیں گے۔ دونوں حضرات ان کے پاس تشریف لے گئے تو ایک جاگری کو جو اس وقت بٹا تھا نہ کم نہ زیادہ مقرر

فرمادیا۔ ایک مرتبہ بیوی نے درخواست کی کہ کوئی میٹھی چیز کھا کر دل چاہتا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق نے فرمایا کہ میری پاس تو دام نہیں کہ خریدوں۔ اہلیہ نے عرض کیا کہ ہم اپنے معدے کھانے میں سے تھوڑا تھوڑا روک بچا لیا کریں کچھ دلوں میں اتنی مقدار ہو جائیگی۔ آپ نے اجازت فرمادی۔ اہلیہ نے کئی روز میں کچھ تھوڑے سے پیسے جمع کئے۔ آپ نے فرمایا کہ تجربہ سے معلوم ہوا کہ اتنی مقدار ہمیں بیت المال سے زیادہ ملتی ہے۔ اس لئے جو اہلیہ نے جمع کیا تھا وہ بھی بیت المال میں جمع فرمادیا۔ اور آئندہ کے لئے اتنی مقدار جتنا انھوں نے جمع کیا تھا اپنی تنخواہ میں سے کم کر دیا۔ ف۔ اتنے بڑے خلیفہ اور بادشاہ پہلے سے اپنی تجارت بھی کرتے تھے۔ اور وہ ضروریات کو کافی بھی تھی۔ جیسا کہ اس اعلان سے معلوم ہوتا ہے۔ جو بخاری میں حضرت عائشہ سے مروی ہے۔ کہ جب حضرت ابو بکر خلیفہ بنائے گئے تو آپ نے فرمایا کہ میری قوم کو یہ بات معلوم ہے۔ کہ میرا پیشہ تجارت میرے اہل و عیال کے خرچ کو ناکافی نہیں تھا۔ لیکن اب خلافت کی وجہ سے مسلمانوں کے کاروبار میں مشغولی ہے۔ اس لئے بیت المال سے میرے اہل و عیال کا کھانا مقرر ہو گا۔ اس کے باوجود حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ حال ہونے لگا کہ حضرت عائشہؓ بنو کو وصیت فرمائی کہ میری ضرورتوں میں جو چیزیں بیت المال کی ہیں وہ میرے بعد اٹنے والے خلیفہ کے لئے کر دی جائیں۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آپ کے پاس کوئی دینار یا دھرم نہیں تھا۔ ایک اونٹنی دھرم کی، ایک پیارہ ایک خادم تھا۔ بعض رعایات میں ایک اٹھنا ایک بچھونا بھی آیا ہے۔ یہ اشیاء جب حضرت عمرؓ کے پاس نیابت میں پہنچیں، تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ابو بکر پر رحم فرمائیں کہ اپنے سے بعد ملے کو مشقت میں ڈال گئے۔ (فتح)

(۵)

حضرت شجر بھی تجارت کیا کرتے تھے۔ جب خلیفہ بنائے گئے تو بیت المال سے وظیفہ مقرر ہوا۔ مدینہ طیبہ میں لوگوں کو جمع فرما کر ارشاد فرمایا کہ میں تجارت کیا کرتا تھا۔ اب تم لوگوں نے اس میں مشغول کر دیا۔ اس لئے اسے گزارہ کی کیا صورت ہو؟ لوگوں نے مختلف مقدار میں تجویز کیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ چپ بیٹھے رہے۔ حضرت عمر نے دریافت فرمایا کہ تمہاری کیا رائے ہے۔ آپ نے فرمایا کہ توسط کے ساتھ جو تمہیں اور تمہارے گھروالوں کو کافی ہو جائے۔ حضرت عمر نے اس رائے کو پسند فرمایا۔ اور قبول کر لیا۔ اور متوسط مقدار تجویز ہو گئی۔ اس کے بعد ایک مرتبہ ایک مجلس میں خود حضرت علی تھے۔ اور حضرت عثمان اور حضرت زبیر اور حضرت طلحہ شریک تھے۔ یہ ذکر آیا کہ حضرت عمر کے وظیفہ میں اضافہ کرنا چاہئے۔ کہ گذر میں تنگی ہوتی ہے۔ مگر ان سے عرض کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ اس لئے ان کی صابزادی حضرت حفصہ جو حضور کی بیوی ہونے کی وجہ سے ام المؤمنین بھی تھیں۔ ان کی خدمت میں یہ حضرات تشریف لے گئے۔ اور ان کے ذریعہ سے حضرت عمر کی اجازت اور رائے معلوم کرنے کی کوشش کی۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ ہم لوگوں کے نام معلوم نہ ہوں۔ حضرت حفصہ نے جب حضرت عمر سے اس کا تذکرہ کیا تو چہرہ پر غصہ کے آثار ظاہر ہوئے۔ حضرت عمر نے نام دریافت کئے۔ حضرت حفصہ نے عرض کیا کہ پہلے آپ کی رائے معلوم ہو جائے۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ مجھے ان کے نام معلوم ہو جاتے تو میں ان کے چہرے بدل دیتا۔ یعنی ایسی سخت سزائیں دیتا کہ ان کے منہ پر نشان پڑ جاتے۔ تو ہی بتا کہ حفصہ کا عمدہ سے عمدہ لباس تیرے گھر میں کیا تھا؟ انھوں نے عرض کیا کہ دو کپڑے غیر دی رنگ کے

جن کو حضور جمعہ کے دن یا کسی وفد کی وجہ سے پہنتے تھے۔ پھر فرمایا کہ کونسا کھانا تیرے یہاں عمدہ سے عمدہ کھایا۔ عرض کیا کہ ہمارا کھانا بھوک روٹی تھی۔ ہم نے گرم گرم روٹی پر گھی کے ڈبہ کی تلچھٹ الٹ کر اسکو ایک مرتبہ چڑھ دیا تو حضور خود بھی اس کو مزے لیس کر نوش فرما رہے تھے، اور دوسروں کو بھی کھلاتے تھے۔ فرمایا کونسا بستر عمدہ ہوتا تھا جو تیرے یہاں بچھاتے تھے؟ عرض کیا ایک موٹا سا کپڑا تھا، گرمی میں اسکو پھر کر کے بچھالیتے تھے، اور سردی میں آدھے کو بچھالیتے اور آدھے کو اوڑھ لیتے۔ فرمایا حفصہ! ان لوگوں تک یہ بات پہنچا دے کہ حضور نے اپنے طرز عمل سے ایک اندازہ مقرر فرما دیا اور امیقا نفرت، پر کفایت فرمائی۔ میں بھی حضور کا اتباع کروں گا۔ میری مثال اور میرے دو ساتھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق کی مثال ان تین شخصوں کی سی ہے جو ایک راستہ پر چلے۔ پہلا شخص ایک نوشہ لیس کر چلا اور مقصد کو پہنچ گیا۔ دوسرے نے بھی پہلے کا اتباع کیا اور اسی کے طریقہ پر چلا۔ اور وہ بھی پہلے کے پاس پہنچ گیا۔ پھر تیسرے شخص نے چلنا شروع کیا، مگر وہ ان دونوں کے طریقہ پر چلے گا تو ان کے ساتھ مل جائے گا۔ اور اگر ان کے طریقہ کے خلاف چلے گا تو کبھی بھی ان کے ساتھ نہیں مل سکے گا۔ (راشر، ف) یہ اس شخص کا حال ہے جس سے دنیا کے بادشاہ ڈرتے تھے، کانپتے تھے۔ کہ کس زار پانہ زندگی کے ساتھ عمر گزار دی۔ ایک مرتبہ آپ خطبہ پڑھ رہے تھے۔ اور آپ کی تنگی میں بارہ بیوند تھے، جن میں سے ایک چڑو کا بھی تھا۔ ایک مرتبہ جمعہ کی نماز کے لئے تشریف لانے میں دیر ہوئی تو تشریف لا کر محدث فرمائی کہ مجھے اپنے کپڑے دھونے میں دیر ہوئی۔ اور ان کپڑوں کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ (راشر) ایک مرتبہ حضرت عمر کھانا نوش فرما رہے تھے۔

غلام نے اگر عرض کیا کہ غلبہ بن ابی قرقہ مافرہ ہوئے ہیں۔
 آپ نے اندبائے کی اجازت فرمائی اور کھانے کی تواضع فرمائی
 وہ شریک ہو گئے۔ تو ایسا موٹا کھانا تھا کہ ٹکلا نہ گیا۔ انہوں نے
 عرض کیا کہ چھنے ہوئے آٹے کا کھانا بھی تو ہو سکتا تھا۔ آپ نے
 فرمایا کیا سب مسلمان میدہ کھا سکتے ہیں؟ عرض کیا سب تو
 نہیں کھا سکتے۔ فرمایا کہ افسوس تم یہ چاہتے ہو کہ میں اپنی
 ساری لذتیں دنیا ہی میں ختم کر دوں (اسد الغابہ)

اس قسم کے سینکڑوں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں واقعات
 ان حضرات کرام کے ہیں۔ ان کا اتباع نہ اب ہو سکتا ہے، نہ
 ہر شخص کو کرنا چاہیے۔ کہ قوی ضعیف ہیں۔ جس کی وجہ
 سے کھل بھی ان کا اس زمانہ میں دشوار ہے۔ اسی وجہ سے
 اس زمانہ میں مشائخ تصوف ایسے مجاہدوں کی اجازت نہیں
 دیتے، جس سے فتنہ پیدا ہو کہ قوتیں پہلے ہی سے ضعیف
 ہیں۔ ان حضرات کو اللہ جل شانہ نے قوتیں بھی عطا فرمائی تھیں
 لہذا یہ فردوسی ہے کہ اتباع کی خواہش اور تمنا ضرور رکھنا
 چاہیے۔ کہ اس کی وجہ سے امام طلبی میں کچھ کمی واقع ہو اور
 نگاہ کچھ تو نیچی ہے۔ اور اس زمانہ کے مناسب اعتدال پیدا
 ہو جائے۔ کہ ہم لوگ ہر وقت لذات دنیا میں بڑھتے جاتے
 ہیں۔ اور ہر شخص اپنے سے زیادہ مال و دولت والے کی طرف
 نگاہ رکھتا ہے۔ اور اس حسرت میں مرا جاتا ہے کہ فلاں شخص
 مجھ سے زیادہ وسعت میں ہے۔

(۱۱)

حضرت بلالؓ سے ایک صحابی نے پوچھا کہ حضور اقدس
 صلی اللہ علیہ وسلم کے اخراجات کی کیا صورت ہوتی تھی۔

حضرت بلالؓ نے فرمایا کہ حضورؐ کے پاس کچھ جمع تو رہتا ہی
 نہیں تھا۔ یہ خدمت میرے سپرد تھی۔ جس کی صورت یہ تھی
 کہ کوئی مسلمان بھوکا آتا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

مجھے ارشاد فرمادیتے۔ میں کہیں سے قرض لیکر اس کو کھانا
 کھلا دیتا، کوئی تنگ آتا تو مجھ سے ارشاد فرمادیتے۔ میں کسی
 طرح سے قرض لیکر اس کو کھڑا بنا دیتا۔ یہ صورت ہوتی رہتی
 ایک مرتبہ ایک مشرک مجھے ملا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ مجھے
 وسعت اور ثروت حاصل ہے۔ تو کسی سے قرض نہ لیا کر۔

جب ضرورت ہو کر مجھ ہی سے قرض لے لیا کر۔ میں نے
 کہا اس سے بہتر کیا ہو گا۔ اس سے قرض لینا ضرور کر دیا۔

جب ارشاد عالی ہوتا اس سے قرض لے آیا کرتا۔ اور ارشاد والا
 کی تعمیل کر دیتا۔ ایک مرتبہ میں وھوک کے اذان کہنے کے لئے
 کھڑا ہی تھا کہ وہی مشرک ایک جماعت کے ساتھ آیا اور
 کہنے لگا۔ اوجہشی! اس ادھر متوجہ ہوا تو ایک دم بے تحاشا
 گالیاں دینے لگا اور برا بھلا جو منہ میں آیا کہا اور کہنے لگا کہ مینہ
 ختم ہونے میں کتنے دن باقی ہیں؟ میں نے کہا قریب ختم
 کے ہے۔ کہنے لگا چار دن باقی ہیں۔ اگر مینہ کے ختم ہونے
 تک میرا سب قرضہ ادا نہ کیا تو تجھے اپنے قرضہ میں غلام

بناؤں گا۔ اور اسی طرح بکریاں چراتا پھرے گا۔ جیسا پہلے تھا۔ یہ
 کسر چلا گیا۔ مجھ پر دن بھر جو گدرا ناچنے لگا وہی گدرا۔ تمام
 دن رنج و مدہ سوار رہا۔ اور عشاء کی نماز کے بعد حضورؐ کی
 خدمت میں تنہائی میں حاضر ہوا اور سارا قصہ سنایا۔ اور
 عرض کیا یا رسول اللہ! نہ آپ کے پاس اس وقت ادا کرنے
 کو فوری انتظام ہے اور نہ کھڑے کھڑے میں کوئی انتظام
 کر سکتا ہوں، وہ ذلیل کرے گا۔ اس لئے اگر اجازت ہو تو اپنے

قرض اترنے کا انتظام ہونے تک میں کہیں روپوش ہو جاؤں۔
 جب آپ کے پاس کچھ آجائے گا میں حاضر ہو جاؤں گا۔ یہ

عرض کر کے میں گھر آیا۔ تلوار لی، ڈھال اٹھائی، جوتہ اٹھایا۔
 یہی سامان سفر تھا۔ اور صبح ہونے کا انتظار کر رہا کہ صبح کے

قریب کہیں چلا جاؤں گا۔ صبح قریب ہی تھی کہ ایک صاحب

کا تو کیا پوچھنا جو سائے نبیوں کے سردار، سائے اولیاءوں کے سرتاج۔ حضور کو اس کی خواہش کیوں نہ ہوتی کہ میں دنیا سے بالکل فارغ ہو جاؤں۔

میں نے معتبرہ مائع سے سنا ہے کہ حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب نائے پوری نور اللہ مرقدہ کا معمول یہ تھا کہ جب نذرانوں کی رقم کچھ جمع ہو جاتی تو ان تمام سے منگو کر سب تقسیم فرما دیتے۔ اور دو سال سے قبل تو اپنے پینے کے کپڑے وغیرہ بھی اپنے خادم خاص حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب مدظلہ کو دیدیتے تھے۔ اور فرما دیتے تھے کہ تم سے مستحار لیکر بیرون لیا کروں گا۔ اور اپنے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو میں نے بار بار دیکھا کہ مفرج کے بعد جو کوئی روپیہ پاس ہوتا وہ کسی قرض خواہ کو دیدیتے، کہ کوئی وزراء کے مقروض تھے۔ اور فرمایا کرتے کہ یہ جھگڑا کی چیز میں بات کو اپنے پاس نہیں رکھتا۔ اس نوع کے بہت سے حالات اکابر کے ہیں۔ مگر یہ ضروری نہیں کہ ہر شیخ کا ایک ہی رنگ ہو۔ مثلاً شیخ کے عنوان مختلف ہیں، اور چمن کے ہر پھولوں میں ہر پھول کی صورت و سیرت ممتاز ہوتی ہے۔

اعتدال

کتابت کا انتظام تسلی بخش نہ ہونے اور کاتب صاحب کے جیسا ہونے کی وجہ سے پچھلے دو ماہ سے رسالہ دیر سے شائع ہو رہا ہے۔ آئندہ کے لئے انتظام کر لیا گیا ہے۔ انشاء اللہ العزیز رسالہ حسب معمول وقت پر شائع ہونا شروع ہو جائیگا۔
(منیر)

دوڑے ہوئے آئے کہ حضور کی خدمت میں جلدی چلو، میں حاضر خدمت ہوا تو دیکھا کہ چاراضٹیاں جن پر سامان لدا ہوا تھا بیٹھی ہیں، حضور نے فرمایا کہ خوشی کی بات سنائیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے قرضہ کی بے باقی کا انتظام فرمادیا یہ اوضٹیاں بھی تیرے حوالے اور ان کا سب سامان بھی خدک کے رئیس نے یہ نذرانہ مجھے بھیجا ہے۔ میں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور خوشی خوشی ان کو لیکر گیا۔ اور سارا قرضہ ادا کر کے واپس آیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم انہ تک مسجد میں انتظار فرماتے تھے۔ میں نے واپس آکر عرض کیا کہ حضور اللہ کا شکر ہے حق تعالیٰ شانہ نے سائے قرضہ سے آپ کو سبکدوش کر دیا۔ اور اب کوئی چیز بھی قرضہ کی باقی نہیں رہی۔ حضور نے دریافت فرمایا کہ سامان میں سے کچھ باقی ہے؟ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں کچھ باقی ہے! حضور نے فرمایا کہ اسے بھی تقسیم ہی کر دے تاکہ مجھے راحت ہو جائے۔ میں گھر میں بھی اس وقت تک نہیں جانے کا جب تک یہ تقسیم نہ ہو جائے۔ تمام دن گذر جانے کے بعد عشاء کی نماز سے فراغت پر حضور نے دریافت فرمایا کہ وہ بھی ہوا مال تقسیم ہو گیا یا نہیں۔ میں نے عرض کیا کہ کچھ موجود ہے، ضرورت مند آئے نہیں۔ تو حضور نے مسجد ہی میں آرام فرمایا۔ دوسرے دن عشاء کے بعد پھر حضور نے فرمایا کہ کونجی کچھ ہے؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ جل شانہ نے آپ کو راحت عطا فرمائی کہ وہ سب بٹ گیا۔ حضور نے اللہ جل جلالہ کی حمد و ثنا فرمائی۔ حضور کو یہ ڈر ہوا کہ خدا نخواستہ موت آج آوے اور کچھ حصہ مال کا آپ کی ملک میں نہ ہو۔ اس کے بعد گھروں میں تشریف لے گئے۔ اور بیویوں سے ملے۔ (ہزل)

ف اللہ والوں کی یہ بھی خواہش رہتی ہے کہ ان کی ملک میں مال و متاع کچھ نہ ہو۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

عید قربان

(محترم فاسر و قی صاحب)

نام پر پرنے والوں کیلئے اس نذر ابراہیم کی سنت کو زندہ فرمایا اور حکم دیا کہ آج کے روز میرے باپ ابراہیم نے اپنے فرزند کو محبوب صاحبزادہ حضرت اسماعیل کی قربانی فرمائی تھی۔ اسلئے میرے تمام امتیوں کو لازم ہو کہ وہ بھی اس سنت ابراہیم کو اپنا شعار بنائیں۔ یہ عہداسی تشکر و امتنان کے ذیل میں منائی جاتی ہے۔

اسلام سے پہلے اور اسلام کے بعد تاریخ مذاہب پر سرسری نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ ہر قوم و ملت میں خواہ وہ یہودی ہوں یا نصرانی سال بھر میں کچھ نہ کچھ دن ایسے ضرور پاتے جاتے ہیں جو خوشی و مسرت کے دن کہلاتے ہیں۔۔۔ وایح عا اور فطرت انسانی کے بالکل مطابق اسلام نے بھی دو

عیدیں عنایت کیں۔ ایک عید الفطر

جو رمضان کے ختم اور شوال

کے شروع میں ہوتی ہے۔

دوسری یہ عید جو

ذی الحجہ کی دسویں

تاریخ کو مناسی

باقی ہے۔

اس روز

خدا کے خلیل کو جس

عظیم الشان امتحان میں

کامیابی حاصل ہوئی۔

وہ دن آئندہ کے لئے تمام

فرزندان ابراہیم اور متبعین ملت

ابراہیمیتہ کے لئے باعث مسد شکر و

وافتخار قرار پا گیا۔ اور اس دن کو عید مناتے اور منست

ابراہیم کو ادا کرتے چلے آئے ہیں۔

چونکہ شریعت اسلامیہ کو وقت ابراہیمیتہ سے بہت گہرا تعلق ہے۔ اسلئے ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے

طلوع علوم و نیبہ

قربانی کے چڑاؤ کی قیمت بہترین مقرر ہے کہ ہمیں ہر سال مسد کا اور شاہ علیہ السلام دینا چاہیے کہ وار د ہوا ہوا علیہ السلام علی المسکین صدقہ علی آلہم اللہ ان صدقہ و صلۃ۔ طالبان علوم و دینیہ ہی کی مارات اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا حکم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتا کر فرمایا ہے۔ آپ نے صحابہ کو خطاب کر کے فرمایا کہ تمام آدمی تمہارے تابع ہیں۔ اور اطراف عالم سے آدمی علم دین سیکھنے اور دین میں سمجھ حاصل کرنے کے لئے آئیں گے۔ سو جب وہ تمہارے پاس آئیں تو میں تم کو وصیت کرتا ہوں۔ کہ ان کے ساتھ بھلائی سے پیش آنا۔ (ترمذی) اب کیفنا ہو کہ مسلمان حضرات صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کیسے کرتی ہیں۔

ناحمد اسر العلوم غریبہ

عشرہ ذی الحجہ کی فضیلت

عشرہ ذی الحجہ کی احادیث

میں بکثرت فضیلت وارد

ہو رہی ہے۔ صحیح بخاری

میں حضرت ابن عباس

راہیت فرماتے ہیں

کہ رسول اللہ صلی

علیہ وسلم فرماتے تھے

کہ جو فضیلت عشرہ

ذی الحجہ کو حاصل ہو وہ کسی

اور عباد کو حاصل نہیں ہو۔

مفسر نے فرمایا کہ لاں ہر عباد

میں بھی یہ فضیلت نہیں ہو۔ اس معلوم

ہو کہ عشرہ ذی الحجہ عشرہ رمضان سے بھی افضل

ہے۔ چنانچہ بعض علماء اس کے قائل بھی ہو گئے لیکن مولانا عبد الحق محدث

دہلوی دو دنوں عشرہ میں تطبیق دیتی ہیں اور فرماتے ہیں کہ عشرہ ذی الحجہ کے

افضل میں اسلئے کہ اس میں ایک دن عرفہ کا دن پڑتا ہے۔ اور عشرہ رمضان کی

ماتیں افضل ہیں اسلئے کہ اس میں یکایک ایامہ القدر کے نام سوائی ہر اس فضیلت کی

کچھ حد تک کہ عشرہ ذی الحج عشرہ رمضان سے عسکری وقعت و شخصیت اسلام میں جو کچھ ہے وہ ظاہر ہے بعض علما و اسلام اس سے بھی زیادہ افضل کے قائل ہو گئے۔

ان اہم ایام میں جو اعمالِ سلام اور مضمون کی شریعت مقدسہ
تعلیم فرماتا، اب انہر ایک نظر ڈالنا چاہیے۔ ان ایام میں قابلِ حبادات تین
چیزیں نظر آتی ہیں :-

تکبیر تشریق ہے حضرت ابن عباسؓ بخاری میں مروی ہے کہ واذا کملوا
اللہ فی آیامہ وصلوہا وغدا کو چند شمار کیے ہو محدودوں میں یاد کرنا،
سے ہی آیات تشریق مراد ہیں۔ یتکبیر واجبہ۔ اور نوں ذی الحجہ کی فجر
سے لیکر تیرہ صوبین تا رجب کی عصر تک ختم ہو جاتی ہے۔ یتکبیر سر فرض نماز
کے بعد علی الاقوال ایک مرتبہ زور سے پڑھنا چاہئے یتکبیر کا طایہ میں ہے۔
اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر لا تمکدوا ولا تملکوا۔ یتکبیر
مفرد کیلئے واجب نہیں ہے، بلکہ شرط یہ ہے کہ جس فرض نماز کے بعد یتکبیر ادا
کیا ہو وہ باجماعت ہو اور وہ مقام ایسا ہو جہاں پڑھا جاتا ہو۔ لیکن اگر
جہاں بھی ادا کر لیا ہو جہاں اسکا وجوب نہیں تو کچھ مضائقہ نہیں۔ اگر
آپ تکبیر پڑھنا بھول جائے تو مقتدیوں کو چاہئے کہ وہ بغیر آواز کا انتظار کیے
خود تکبیر پڑھ دیں۔ یتکبیر محدودوں اور بچوں پر واجب نہیں ہے۔ لیکن اگر یہ
ایسے شخص کے مقتدی ہیں جن جاتیں جیسے تکبیر واجبہ تو ان پر بھی تکبیر
واجب ہو جائیگی۔ یتکبیر میں مرد و مکمل بچہ آواز سے پڑھنی چاہئیں اور
عورتوں کو پست آواز سے۔ عید کی نماز کے بعد بھی یتکبیر سے پہلے بلند آواز
سے پڑھنی چاہئے۔ مفصل مسائل علی الفقہ جلد دوم میں ملاحظہ فرمائے،
نہار محمدیہ، ہر جمعہ کی نماز کے مسائل بعدیہ وہی ہیں جو عید الفطر کے ہیں
بس صرف فرق اس قدر ہے کہ عید الفطر کے دن عید گاہ جائے پہلے کھانا
مسنون ہے اور عید الاضحیٰ میں نماز سے پہلے کچھ کھانے کی حاجت ہے، بلکہ
نماز کے بعد پہلے اپنی قربانی کا گوشت کھانا چاہئے۔ عید الاضحیٰ کی
بہ نسبت عید الفطر کے ذرا سویرے پڑھنا سنت ہے۔ عید الفطر میں بہت
آواز سے تکبیر کی جاتی ہے، عید الاضحیٰ میں بلند آواز نہ کرنا چاہئے۔

حیدر گاہ تک پیدل جانا جس طرح عید الفطر کے روز سنت، اسی طریقہ عید الاضحیٰ میں بھی سنت ہے۔ نماز کی مقدار جسے کہ پہلے یہ نیت کیا ہو کہ میں جمع چھ واجب تکبیرات عید الاضحیٰ کی نماز ادا کرنا چاہتا ہوں۔ نیت کی کہ ہاتھ باندھنے پہلے رکعت میں سبحانک اللہم وغیرہ امام اور مقتدی مستحب پڑھیں۔ اسکے بعد امام تین مرتبہ ہاتھ اٹھا کر اللہ تکبر کے اور چھوٹے دو بغیر تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لیں۔ اور اعوذ، بسم اللہ کے بعد سورۃ فاتحہ اور ایک سورۃ تلا کر پڑھے۔ حسب دستور رکوع، سجدہ وغیرہ کے کھڑا ہو جاؤ۔ دوسری رکعت جب امام سورۃ وغیرہ کو فاتحہ ہو چکے تو پھر تین تکبیریں بلند آواز سے ہاتھ اٹھا کر کہے۔ پھر بھی تکبیریں رکوع میں جائے۔ مقتدی بھی امام کے ساتھ ہاتھ اٹھا کر تکبیر کہتے ہوئے ہائیں۔ ان چھ تکبیرات کے ادا کر نہیں ہر تکبیر کے درمیان فاصلہ اس قدر ہونا چاہی کہ کم سے کم تین مرتبہ آدمی سبحان اللہ ادا کر کے مسئلہ ہمارا اگر کسی کی ایک رکعت غلا فوت ہو جائے تو اس کو چاہی کہ جب امام سلام پھیر چکے تو وہ کھڑا ہو جاؤ اور پہلے قرأت کرے پھر تینوں چھوٹی ہوئی تکبیریں پڑھ کر حسب دستور نماز ختم کرے۔ (رد المحتار)

قربانی ہر قربانی کے فضائل جابجا قرآن مجید میں مذکور ہیں۔ اور احادیث میں اس کے متعلق جو کثرت فضائل کی حدیثیں مروی ہیں انکا نوشتہ ہی نہیں کیا جاسکتا۔ ایک مرتبہ ایک صحابی نے قربانی کی توفیق و نصیب فرمایا کہ یہ تمہارا باپ اہل میم کی سلسلہ ہے۔ اس ہر مال کے عوض میں ثواب ملتا ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ یہ قربانی کے جان و پلہ و لہر و پاؤں پر ساریوں کا کام دینگے۔ قربانی نہ کرنا لوگوں کی شان میں جو عید سرکار نے بیان فرمائی ہے۔ وہ نہایت سخت ہے۔ اثناء ہوتا ہے کہ جو باوجود تندرست و کھٹکے قربانی نہ کرے وہ ہماری عید گاہ کے قریب نہ آئے۔ اس عید کو سن کر قلب مسلم لرزے لگتا ہے۔ بھلا کون ہوگا وہ شخص جو بلا قربانی کئے سرکار کے اس حکم کا مورد بنے گا۔ اور اگر گیا بھی تو کس کام کا۔ جس مجلس میں آئے کہیں سرکار کسی کو منع فرمائیں اور یہ وہ پہنچ جائے تو اس کا جانا یقیناً سرکار کے خرچ کے خلاف گزرے گا۔

مسائل قربانی ہر قربانی واجب ہے، ہر اس شخص جو عاقل ہو، بالغ ہو، مقیم ہو، مسافر ہو اور اس کے پاس ۳۹ تولہ ساڑھے پانچ اشے

بچوں کا صفحہ

تاریخ و عبر

(مولوی محمد عظیم صاحب مدد)

ہی دیکھتے اندلس کی سرزمین پر اسلامی پرچم کھرا لگتا ہو۔
بچو! کاش تیرا غراٹم بھی طارق و خالد جیسے بلند ہوتے

بقیمہ ۲۹ - چاندی یا اس کے ہم قیمت روپیہ دغیرہ ہوں۔

مشرق پر یا ان غریب مسلمانوں پر جنگلاتی دولت میسر نہیں ہو۔ قربانی کا وجوب نہیں۔

باب اگر اپنے چھوٹے بچوں کی طرف قربانی کر دے تو بہتر ہے اور اگر نہ کرے تو کچھ مضائقہ بھی نہیں۔

ایک سال سے کم عمر کی بکری اور وہ سال سے کم عمر کی گائے اور پانچ سال سے کم عمر کے اونٹ پر قربانی درست نہیں ہے۔

بھیڑ دنبہ، بکری کی عذق میں داخل ہو۔ البتہ دنبہ اگر چھ مہینہ میں اس قدر بڑھتا رہے ہو گیا کہ لوگ اس کو سال بھرا خیال کرتے لگیں۔ تو

اس پر قربانی کی جا سکتی ہے۔

بھینس، بیل گائے کے حکم میں داخل ہیں۔

جنگلی جانوروں پر قربانی صحیح نہیں ہے۔ اگر کوئی جانور دو غلا

ہو یعنی ماں باپ مختلف ہیں یعنی مثلاً ماں بکری اور باپ ہرن تو ماں کا اعتبار کیا جائیگا۔

بکری، دنبہ، بھینس کی قربانی ایک عدد ایک شخص کی طرف سے

ہو سکتی ہے۔ البتہ اونٹ اور گائے میں سات آدمی شریک ہو

سکتے ہیں۔ بشرطیکہ سب کی نفیس صحیح ہوں۔ اگر کسی بھی نیت قرب

الی اللہ کے علاوہ ہوگی تو ساتوں میں سے کسی بھی قربانی ادا نہ ہوگی۔

قربانی کی صورتوں میں جس صورت پر زیادہ روپیہ لگے وہ صورت

افضل ہے مثلاً یا اونٹ کے ساتویں حصہ پر یا بکری یا دنبہ

اسلامی فتوحات کی حد مغرب میں مصر تک پہنچ چکی ہو۔ اور چاہے اسلام کا پرچم تمام دنیا پر بلند کر دینا غلط مصمم ارادہ کہتے ہو مگر عرب کے لیے جو دشواریاں کھڑی ہو رہی ہیں۔

حاکم مصر اس پر طارق کو سبیلہ بنا کر مختصر سی فوج دیکر روانہ کرتے طارق کی مختصر سی فوج بحیرہ روم کو عبور کرتی ہو اور ساحل اندلس پر لنگر انداز ہوتی ہو۔ طارق ملک کے طول و عرض پر نگاہ ڈالتے ہو اور اپنی فوج کا جائزہ لیتے ہو مگر حکم دیتے ہیں کہ بحری بیڑہ جلادیا جائے۔

امیر البحر عرض کرتا ہے

دوریم از سواد وطن باز چوں رسم!

تو کہ سبب ز روشی شریعت کجا وامت

اے سبیلہ! کیا حکم سرنگھوں پر ہو لیکن اگر خدا نخواستہ ہمیں شکست ہو گئی یا واپس جانا پڑا تو اتنے دردناک وطن میں کیسے پہنچ سکیں گے۔ شرعاً بھی سب کو منقطع کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ دنیا کے تمام کام اسبابِ عمل کیساتھ ہی وابستہ ہیں۔ طارق منکر مسکراتے ہیں اور شمشیر کو میان سر کھینچ کر اسکی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں

ہر ملک ملک ماست کہ ملک خدا تو ماست

کہ ہر ملک مجاہد کا وطن ہے جو بھی خدا کا ملک ہو وہ سب ہمارا ملک اور وطن ہے۔ اور فوج کو یوں مخاطب ہوتے ہیں کہ ای نو میدان کے علمبردارو سب تعریف اور بڑائی خدا کی ہے۔ تمہارا سامنے دشمن کا وسیع اور عزیز ملک ہے۔ اور پیچھے سمندر طمانین دارد ہے۔ تمہارا رونا اور جینا تھا کہیں ہے۔ ہمت کرو، فتح و کامرانی تمہارا قدم چومنے کو تیار ہے۔ آخر جدہ ہوتا ہوا تمام کو وہ دشتِ تبکیر کے نعروں کو گونج اٹھتے ہیں اور دیکھتے

کتاب سال



کے لئے مشینری کراچی پہنچ گئی ہے۔ اور خیال ہے کہ وہ اس ماہ کے اخیر میں یہاں پہنچ جائیگی۔ اس میں ۲۵ ہزار ٹکے ہوں گے۔ اور خیال ہے کہ آئندہ نومبر تک یہ بل جزوی طور پر کام شروع کر دیگی۔ اور آئندہ ماہ تک مکمل ہو جائیگی۔ (۱، پ، پ)

پیسے کا نیا سکہ غنقریب لٹج ہوگا

کراچی خبر جولائی۔ ایک سرکاری اعلان منظر سے کہ حکومت پاکستان غنقریب ایک نیا سکہ رائج کرے گی۔ دائرہ کار کا جو وہ سکہ بھی نئے سے کیا ہے جاری رہے گا۔

پاکستان میں نئی ریلوے لائنوں کی تعمیر کراچی، ۸ جولائی کو پاکستان کے جن علاقوں میں ریل نہیں جاتی، ان میں سے بعض علاقوں میں نئی

ریل ٹریکس ڈالی جا رہی ہیں۔ چنانچہ اس سلسلے میں مغربی پاکستان میں مردان اور مشرقی پاکستان میں وادی مہرا میں نئی ریل کی لائن مکمل ہو چکی ہے۔ مردان سے چارٹرڈ سٹاٹس سٹرو میل اور سڈیٹ سے چھٹک تک ۲۰ میل طویل ریلوے لائن ڈالی گئی ہے۔ اس کے علاوہ مشرقی اور مغربی پاکستان میں پانچ ٹری ریلوے لائنوں کے لئے سرکاری کیا جا رہا ہے۔

ایک لائن لاہور سے جھنگ تک ڈالی جا رہی ہے۔ (۱، پ، پ)

چھ کر ڈاڑھ افراد ہر سال ٹیرنیوں میں سفر کرتے ہیں اور

لاہور ۹ جولائی۔ تاریہ ویشن ریلوے کی جو گاڑیاں دن رات سال بھر چلتی ہیں۔ ان میں اوسطاً چھ کر ڈاڑھ افراد سفر کرتے ہیں۔ تاریہ ویشن ریلوے کی گاڑیاں جن کیلئے ۷۰ اسٹیشن قائم کئے جا چکے ہیں ۵۳۲۲ میل کی مسافت طے کرتی ہیں۔ یہ گاڑیاں کراچی، بلوچستان، پنجاب، صوبہ سرحد و سندھ میں چلتی ہیں۔ مسافروں کے علاوہ یہ گاڑیاں ہر سال ایک کروڑ ۳۸ لاکھ ٹن سے زیادہ سامان ایک جگہ سے دوسری جگہ لجاتی ہیں۔

مکہ میں فی بھاری نہیں چھیلی، کراچی ۵ جولائی۔ آج میان سعودی عرب کے سفارتخانہ کے قریب سے تیار کیا گیا جو کہ سعودی عرب میں ۲۵ جون تک کوئی مقصدی مقصود نہیں چھیلیا۔ تاثرین اور مقامی باشندہ بھی صحت کی حالت بہت اچھی ہے۔ (۱، پ، پ)

نئے قسم کا ٹیلی فون سروس نئی دہلی ۹ جولائی۔ ہندوستان میں نئی نوعیت کی پہلی ہندو ٹیلی فون سروس کا کلیات افتتاح کیا گیا۔ یہ سروس لائن دہلی اور ٹیڈ کے درمیان ہو۔ سروس لائن ہندوستان کی ایک قومی خبر رساں ٹیلی فون سماچار سے تجرباتی طور پر شروع کی ہے۔ اگر تجربہ کامیاب ثابت ہوا تو اسے ایک کے دیگر بڑے شہروں تک بھی پہنچا دیا جائیگا۔

بھارت اور پاکستان میں مقدس مقامات کا تحفظ [نئی دہلی ۹ جولائی۔

دونوں حکومتوں میں سمجھوتہ ہو گیا۔ وزارت بھارت کے ایک پولیس نوٹ میں بتایا گیا کہ ہندو پاکستان میں مقدس مقامات عزرات کے تحفظ کے مسئلہ پر کراچی میں جولائی اور اگست ۱۹۷۵ء میں دونوں ملکوں کے نمائندوں نے غور و خوض کیا تھا۔ لہذا اب دونوں حکومتوں کے درمیان طے پایا کہ دونوں ملکوں میں مذہبی عبادت گاہوں کے تحفظ اور انکو برقرار رکھنے کے لئے ہر ممکن کوشش کی جائے۔

جن تاریخی عمارتوں کو نقصان پہنچا انکی مرمت کی جائیگی۔ دونوں ملکوں کے زائرین کو ان مقامات کی زیارت کے سلسلہ میں مزید سہولتیں دینا کی جائیں گی۔ غلام اور بیبہ اداؤں کی رہائش اور حفاظت کی جائیگی۔ علاوہ ازیں ان مذہبی عبادت گاہوں سے وابستہ املاک کو وقف املاک کے مسئلہ سے علیحدہ کر دیا جائیگا۔

ملتان میں یونائیٹڈ ٹیکسٹائل ملز آئندہ نومبر سے کام شروع کرے گی۔ ملتان ۶ جولائی۔ معلوم ہوا ہے کہ یونائیٹڈ ٹیکسٹائل ملز ملتان

کتابت بہترین و فیکر

تفسیر شیعہ: مصنف مولانا احتشام الدین، فقیر الشیخ ایک عجیب کتاب، مجموعی سوجہ و بوجہ والا بھی اس سے مکمل فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔ صفحات ۶۷۶ قیمت چار روپے ۲/۱۰

تفسیر امین: مصنف مولانا عبد الشکور صاحب لکھنوی، قل تعالوا لندع ابنا وانا وابنا وکم کی صحیح تفسیر۔ اور مفسرین کے بڑے مخالف کا آزادانہ قیمت چار روپے ۲/۱۰

تفسیر آیت الامت: مصنف مولانا عبد الشکور صاحب لکھنوی، قرآن مجید کی ان تمام آیات تفسیر جن میں لفظ امام کشف التلبیس حصہ دوم، سوم، و چہ میں فضائل صحابہ و دیگر مسائل پر مکمل بحث کی گئی ہے۔ قیمت علی ۲/۱۰

علاقہ حق کے کا نام: ۱۹۳۹ء تک علمائے کام کے کارناموں کا تذکرہ قیمت علی ۲/۱۰

علمائے ہند کی شاندار ماضی: کتاب کیلئے گرانمایہ دینی اور سیاسی مطومات کا بے ہوا ذخیرہ ہے۔ صرف حق

نگین مجلد قیمت علی ۶/۸۰

تفسیر آیت اولی الامر منکم: مصنف مولانا عبد الشکور صاحب لکھنوی آیت اطیعوا اللہ الخ کی تفسیر اور شیعوں کے مخالف کا جواب قیمت چار روپے ۲/۱۰

غلام احمد غنیمت: اس کے پڑھنے سے کوئی معقولیت پسند انسان مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت کا قائل نہیں ہو سکتا۔ قیمت دس آنے ۱/۱۰

خطبات مولانا آزاد: مولانا آزاد کے خطبات جمعہ و عیدین۔ قیمت علی ۱۰۔۔۔

تحقیق متعہ قیمت ۴، بدعات محرم، فضائل صحابہ مصنف مولانا بشیر احمد صاحب پسروری، مختصر رسائل میں نہایت احسن طریق پر تبصرہ مع حواشی کیا گیا ہے۔ قیمت دس آنے ۱/۱۰

افکار آزاد: مرتبہ مولانا محمد عثمان منٹا فارغ التحصیل ایڈیٹر زمزم۔ قیمت دو روپے چار آنے ۲/۱۰

پیشکش: مکتبہ حزب اللہ انصاری و غیر سالہ شمس الاسلام ڈاکٹریٹ سلسلہ السلام بحیرہ پاکستان

کتابت

مکتبہ حزب اللہ انصاری

۱۹۵۷

۱۹۵۷